



www.alahazratnetwork.org

تجلیۃ السلام فی مسائل من نصف العلم

۱۳۲۱ھ

صلح کو روشن کرنا نصف العلم کے کچھ مسائل میں

تصنیف لطیف

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

رسالة
تجلية السلم في مسائل من نصف العلم

(صلح کو روشن کرنا نصف العلم کے کچھ مسائل میں)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ، الْحَمْدُ
 لِلَّهِ الَّذِي أَدْخَلَنَا فِي السَّلَامِ ،
 وَعَامَلَنَا بِالْمَعْرِفَةِ وَالْعَفْوِ وَالْحَمْدُ ،
 وَعَلَّمَنَا مِنَ الْعِلْمِ وَمَنْ
 نَصَفَ الْعِلْمَ ، وَالصَّلَاةَ وَ
 السَّلَامَ عَلَى الْجَوَادِ الْكَرِيمِ
 الْفَائِضِ عَلَى عِبِيدِهِ مِنَ عِلْمِ
 الْفَرَائِضِ ، وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَ
 أَجْبَايِهِ وَارْقَافِ عِلْمِهِ وَأَدَابِهِ -
 آمِينَ !

آتا بعد، یہ بعض مسائل فرائض میں جو فقہ کے سامنے پیش ہوئے اور ابنائے زمان نے ان کی فہم میں اغلاط کئے، مقصود ازالہ ادایام و اغلاط و اراست سواہ الصراط ہے و یا اللہ التوفیق۔

فصل اول

مسئلہ ۹۳ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ

اعلیٰ حضرت مجددانہ الحاضرہ دام ظلکم العالی، وقت قدم بوسی خادم نے مسئلہ پوچھا تھا کہ قمر علی نے زوجہ لطیفن بیگم اور حقیقی بہن فاطمہ بیگم اور حقیقی بھتیجا اسد علی اور مکان و زیور و اثاث البیت مجموعہ تین ہزار روپے کا اور اکیس ہزار کے نوٹ چھوڑ کر انتقال کیا، زوجہ نے مہر معاف کر دیا تھا اور وہ برضائے فاطمہ بیگم و اسد علی اپنے حصہ ترکہ کے عوض مکان و زیور و اثاث البیت پر قابض رہیں اور باہم و ارشاد میں اقرار نامہ لکھا گیا کہ فاطمہ بیگم و اسد علی کا ان اشیائیں اور لطیفن بیگم کا زر نقد مذکور میں کوئی حصہ باقی نہ رہا، اب وہ نوٹ فاطمہ بیگم و اسد علی میں کس حساب سے تقسیم ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ چودہ ہزار کے نوٹ فاطمہ بیگم اور سات ہزار کے نوٹ اسد علی کو ملیں۔ چنانچہ خادم نے اسی کے مطابق تقسیم کر دیئے، دوسرے روز اسد علی آئے اور کہا میرا حق زیادہ چاہئے مجھے اس میں ساڑھے تین ہزار روپے کا نقصان ہے اور خاؤمی مولوی عبدالحی صاحب جلد اول مطبع علوی ص ۱۰، ۱۱ کی عبارت پیش کی کہ اس کی رو سے روپیہ مجھ میں اور فاطمہ بیگم میں نصف نصف تقسیم ہونا چاہئے، اس کا خلاصہ عبارت ملاحظہ اقدس کے لئے حاضر کرتا ہوں:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے یہ ورثہ چھوڑ کر انتقال کیا، ایک حقیقی بہن جس کا نام رابعہ ہے، تین بھتیجیاں جن کے نام فاطمہ، زینب اور ام کلثوم ہیں، ایک حقیقی بھائی جس کا نام بکر ہے اور ایک بیوی جس کا نام خدیجہ ہے۔ تمام مذکورہ بالائے وارثوں نے بیوی کو آٹھواں حصہ دے کر راضی کر دیا ہے۔ زید کا بقیہ ترکہ کیسے تقسیم ہونا چاہئے؟ ہو المصوب۔ جو چیزیں میراث پر مقدم ہیں ان کی تقسیم اور رکاوٹوں کے رفع کے بعد زید کا بقیہ ترکہ دو حصوں پر منقسم ہوگا۔ اس میں

چہ می فرماید علمائے دین اندر اس صورت کہ زید انتقال کر دوشہ گزاشت یکے ہمیشہ عینیہ مسمیٰ بر رابعہ و سہ برادرزادیاں مسمیٰ فاطمہ و زینب و کلثوم و یک برادرزادہ حقیقی مسمیٰ بکر و یک زوجہ مسمیٰ خدیجہ کہ جملہ ورثہ مذکورہ صلیٰ اور احصہ ہشتم داد و راضی کردہ اند پس بقیہ مقررہ کہ زید کہ چگونہ تقسیم باید ہو المصوب بعد تقسیم یا تقدم علی الارث و رفع موانع بقیہ ترکہ زید تقسیم بدو سهم شدہ یک سهم ازاں ہمیشہ حقیقی و یک سهم برادرزادہ خواہد شد باقی ورثہ محبوب خواہند شد۔ واللہ

اعلم بالصواب۔ کتبہ ابوالحسنات محمد عبدالحی
 عفا عنہ القوی۔ ایک حقیقی بہن اور ایک بھتیجے کو دیا جائے گا
 باقی ورثہ محروم ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ
 درستگی کو خوب جانتا ہے۔ اس کو محمد عبدالحی نے لکھا ہے قوت والارب اس سے درگزر فرما (ت)
 جواب کی پوری عبارت عرض کی ہے یہ صورت بعینہ وہی صورت واقع ہے، حضرت نے
 اگرچہ حکم زبانی فوراً ارشاد فرمایا تھا مگر کتاب کا حوالہ مولوی عبدالحی صاحب نے بھی نہیں دیا ہے
 لہذا امید وار ہوں کہ اس مسئلہ کی مفصل حقیقت نہایت عام فہم ارشاد ہو۔ ظلم مدد و دبا و بندہ
 محمد احسان الحق عفی عنہ۔ ۱۴ محرم شریف ۱۳۲۱ھ

الجواب

مکرمی اگر کم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حق وہی ہے جو فقیر نے
 عرض کیا تھا، مولوی صاحب سے سخت لغزش واقع ہوئی ہے اس صورت کو فقہ میں تخارج
 کہتے ہیں کہ ورثہ باہم بتراضی صلح کر لیں کہ فلاں وارث اپنے حصہ کے عوض فلاں شے لے کر جدا
 ہو جائے، اس کا حاصل یہ نہیں ہو سکتا کہ گویا وہ وارث کہ جدا ہو گیا سرے سے معدوم تھا کہ بقیہ
 ترکہ کی تقسیم اس طرح ہو جو اس کے عدم کی حالت میں ہوتی اس نے ترکہ سے حصہ پایا ہے تو
 معدوم کیونکر قرار پا سکتا ہے کہیں معدوم وقت موت المورث کو بھی ترکہ پہنچا ہے، بلکہ اس کا حاصل
 یہ ہے کہ ترکہ میں جتنے سهام کل ورثہ کے لئے تھے ان میں سے اس وارث نے اپنے سهام پائے اب
 باقی میں باقی وارثوں کے سهام رہ گئے تو واجب ہے کہ وہ باقی ان بقیہ کے (اتنے اتنے) سهام ہی
 پر تقسیم ہو۔ جس جس قدر انھیں اصل مسئلہ سے پہنچتے تھے یہاں کے مورث نے ایک زوجہ ایک
 بہن ایک بھتیجا چھوڑا مسئلہ چار سے ہوا ایک زوجہ دو بہن ایک بھتیجے کا، زوجہ ترکہ سے اتنا مال
 لے کر جدا ہو گئی تو چار میں سے اس کا ایک ادا ہو لیا باقی تین رہے جن میں دو بہن کے ہیں اور ایک
 بھتیجے کا، تو لازم ہے کہ باقی مال یونہی تقسیم ہو، بہن کو دو، بھتیجے کو ایک، نہ کہ دونوں کو نصف نصف
 کہ اس تقدیر پر بہن کا حصہ نصف، باقی بعد فرض الزوجہ ہو جائے گا یعنی زوجہ کا حصہ نکال کر
 جو بچا اس کا آدھا حالانکہ نص قطعی قرآن عظیم سے بہن کا سہم نصف کل ترکہ تھا۔

عہ اصل میں ایسا ہی ہے شاید یہاں کچھ چھوٹ گیا ہے اور غالباً عبارت یوں ہے، اس قدر سهام
 ہی پر یا اتنے سهام ہی ہے، لہذا قوسین میں بنادیا ہے۔ ازہری غفرلہ

قال الله تعالى ان امروء هلك ليس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترك له
 الله تعالیٰ نے فرمایا، اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے۔ (ت)

لا جرم یہ سراسر غلط اور سب تصریح علمائے کرام خلاف اجماع ہے، زیادہ ایضاً چاہئے بالانکہ مسئلہ خود آفتاب کی طرح واضح ہے۔ تو یوں سمجھئے کہ یہاں تین صورتیں ہیں :
 اول یہ کہ وہ مال ترکہ جو ایک وارث لے کر جدا ہوا اس کے اصل استحقاق سے کم ہو جیسا یہاں واقع ہوا کہ زوجہ کا حصہ چہارم تھا اور وہ آٹھویں پر راضی ہو گئی۔

دوہر اس کے حق سے زیادہ ہو، مثلاً صورت مذکورہ میں مکان و زیور و اثاث البیت ۱۲ ہزار کے ہوتے اور بارہ ہزار کے نوٹ تو نہ وجہ کو بجائے ربع نصف مال پہنچتا۔
 سومہر اس کے حق کے برابر ہو، مثلاً مکان وغیرہ چھ ہزار کے ہوتے اور اٹھارہ ہزار کے نوٹ۔

صورت ثانیہ میں واجب ہے کہ بقیہ ورثہ کو مال اسی حساب سے پہنچے گا جو عدم تنہا رج کی حالت میں پہنچتا۔ تنہا رج کا اثر صرف اس قدر ہوگا جو اعیان کے تقسیم کا ہوتا ہے کہ ہر ایک اپنا کامل حصہ بے کم و بیش پاتا ہے حصے کہ ہر شئی میں مشاع تھے فقط جدا ہو جاتے ہیں۔
 صورت اولے میں جبکہ باقی جمیع ورثہ کے ساتھ اس وارث نے مصالحت کیا اور وہ مال جس میں ہر ایک کا حق تھا تنہا خود لیا اور اپنے حصہ سے کم پر راضی ہوا تو جو کچھ اس کے حصے کا باقی رہا واجب ہے کہ ان سب وارثوں کو پہنچے نہ کہ صرف ایک اس زیادت کا مالک ہو جائے دوسرا محروم کیا جائے کہ یہ محض ظلم و نا انصافی ہوگا اور پہنچنا بھی ضرور ہے کہ حصہ رسد ہو یعنی ہر ایک کو اس حساب سے بڑھے جو اصل ترکہ میں اس کا حق تھا کہ وہ شئی جو وارث مذکور لے کر جدا ہو گیا ہے اس میں ہر ایک کا حصہ اسی حساب سے تھا۔

صورت ثانیہ میں سب بقیہ ورثہ اس وارث کو زیادہ دینے پر راضی ہوئے ہیں تو واجب ہے کہ وہ زیادت ہر ایک کے حق سے حصہ رسد لی جائے نہ یہ کہ سارا بار ایک وارث پر ڈال دیں حالانکہ ان میں سب کے حصے تھے اور سب راضی ہوئے تھے۔ یہ باتیں سب ایسی ہی بدیہی ہیں

جنہیں ہر عاقل ادنیٰ نظر سے سمجھ سکتا ہے۔ فقیر نے جو حکم گزارش کیا اس میں ہر صورت پر یہ میزانِ عدل اپنی پوری استقامت پر رہے گی، صورت اولے میں جبکہ زوجہ کا حق چھ ہزار تھے اور وہ تین ہزار پر راضی ہو گئی تو باقی تین ہزار فاطمہ بیگم واسد علی کو ان کے حصص کے قدر پہنچنے واجب ہیں فاطمہ بیگم کا حصہ بارہ ہزار اور اسد علی کا چھ ہزار تھا یعنی فاطمہ بیگم کا اس سے دونا، اور اسی حساب سے زیور و مکان و اثاث البیت میں ان دونوں نے اپنا حصہ زوجہ کے لئے چھوڑا ہے۔ فاطمہ بیگم کے دو حصے اسے ملے اور اسد علی کا ایک تو ضرور ہے کہ معاوضہ کے تین ہزار سے بھی فاطمہ بیگم کو دو ہزار ملیں اور اسد علی کو ہزار کہ ان کے اصل حصوں سے مل کر فاطمہ بیگم کے چودہ ہزار اور اسد علی کے سات ہزار ہو جائیں۔ صورت ثانیہ میں زوجہ نے چھ ہزار اپنے حق سے زائد پائے۔ بہن بھتیجا دونوں اس زیادت پر راضی ہیں تو ہر ایک کے حصہ سے حصہ رسد یہ زیادت نکالنی لازم۔ بہن کے بارہ ہزار سے چار ہزار نکالیں، اور بھتیجے کے چھ ہزار سے دو ہزار۔ اب بقیہ بارہ ہزار میں بہن کے آٹھ ہزار، بھتیجے کے چار ہزار رہے۔ اور وہی نسبت دو اور ایک کی آگئی۔ صورت ثالثہ تو خود ایسی ظاہر ہے کہ حاجت اظہار نہیں، عورت کو چھ ہی ہزار پہنچتے ہیں جو اس کا حق تھے، تو بہن بھتیجے کسی کے حق میں ایک جہہ کم نہ ہونا چاہتے نہ زائد، لیکن وہ طریقہ کہ مولوی صاحب نے اختیار کیا اس پر کسی صورت میں ہرگز عدل کا نام و نشان نہ رہے گا۔ پرسلی صورت میں عورت کے تین ہزار نہ کل کر اکسٹ ہزار فاطمہ بیگم واسد علی پہ نصف نصف سے دونوں کو ساڑھے دس دس ہزار پہنچے اور چار سغت شناعتیں لازم آئیں،

(۱) تین ہزار کہ حق زوجہ سے چھوٹے تھے دونوں کو ملنے چاہئے تھے بہن کو ان سے ایک جہہ نہ پہنچا۔

(۲) اگر نہ پہنچا تھا تو اس کا اپنا اصل حصہ کہ بارہ ہزار تھے وہ تو ملتا ڈیڑھ ہزار اس میں سے بھی کتر گئے، یہ کس قصور کا جرمانہ تھا۔

(۳) بھتیجا تنہا اس زیادت کا مستحق نہ تھا حالانکہ صرف اس نے پائی۔

(۴) بالفرض اسی کو ملتی تو عورت نے صرف تین ہی ہزار تو چھوڑے تھے بھتیجے کے اصل حصہ چھ ہزار میں مل کر نو ہزار ہوتے یہ پندرہ سوا اور کس کے گھر سے آئے۔

دوسری صورت میں عورت کو اس کے حق سے چھ ہزار زیادہ پہنچ کر بقیہ بارہ ہزار بالمشافہ بنے اور ایسی ہی شناعتیں پیش آئیں۔ بہن بھتیجا دونوں اپنے نقص حصص پر راضی ہوئے تھے مگر

پورا نزلہ بہن پر گرا۔ کامل چھ ہزار اسی کے سہم سے اڑ گئے اور بھتیجے نے اپنا پورا حصہ چھ ہزار پالیا۔
 زبور مکان وغیرہ متاع میں بہن کے بھی دو حصے تھے اور نوٹوں میں عورت کا حق تھا بہن نے
 متاع میں اپنا حصہ چھوڑا اور نوٹوں میں معاوضہ ایک جہت بنایا اس کا حصہ نفی کا تھا
 الی غیر ذلک مما یخاف ولا یخاف الا الانصاف (وغیرہ ذالک جس سے ڈر ہے اور
 ڈر نہیں مگر انصاف کا۔ ت)

تیسری صورت سب سے روشن تر ہے کسی وارث نے اپنے حصے سے کچھ نہ چھوڑا، عورت
 کو جو چھ ہزار چاہئیں تھے بے کم و بیش اتنے ہی ملے اب وہ کون سا جرم ہے جس کے سبب فاطمہ بیگم
 کا حق ایک چارم کا اڑ گیا اور وہ کون سی خدمت ہے جس کے صلہ میں اسد علی نے اپنے حق سے
 ڈیوڑھا پالیا۔ اگر نوٹ و متاع کی تبدیلی نہ کرتے تو فاطمہ بیگم بارہ ہزار پاتی اور اسد علی ولطیف
 چھ ہزار، صرف اس تبدیلی نے وہ کایا پلٹ کی کہ لطیف کے چھ ہزار نکل کر فاطمہ کے بارہ ہزار
 سے نو ہزار رہ گئے اور اسد علی کے چھ ہزار سے نو ہزار ہو گئے۔ اس واضح روشن بدیہی بیان
 کے بعد کسی عبارت کی بھی حاجت نہ تھی مگر زیادت اطمینان عوام کے لئے ایسی کتاب کی صریح تصریح
 حاضر جو علم فرائض کی سب سے پہلی تعلیم کا قافی و وافی و مکمل اور ہر در سے کے مبتدی طلبہ میں بھی
 مشہور و معروف و متداول ہے یعنی متن امام سراج الدین و شرح علامہ سید شریف قدس سرہا
 اللطیف فرماتے ہیں :

(من صالح من الورثة علی شئ معلوم
 من التركة فاطرح سہامہ
 من التصحیح) ای صحیح المسئلة
 مع وجود المصالح بین
 الورثة ثم اطرح سہامہ
 من التصحیح (ثم اقسام
 التركة) اعم ما بقی
 جنہا بعد ما اخذہ المصالح
 (علی سہام الباقین) من
 التصحیح (کزوج و ام و عم) فالمسئلة

جس وارث نے ترکہ سے کوئی معین شئی لے کر
 دیگر ورثاء سے مصالحت کر لی تو اس کا حصہ بیع
 میں سے نکال دو یعنی اس کو وارثوں کے
 درمیان موجود تصور کر کے مسئلہ کی تصحیح کر دو
 اور پھر تصحیح میں سے اس کے حصے نکال دو۔
 پھر صلح کرنے والے نے جب معین شئی لے لی
 تو تصحیح میں سے جو باقی بچا اس کو دیگر ورثاء
 کے حصوں پر تقسیم کر دو جیسے کوئی حنا تون
 اپنا شوھر، ماں اور چچا چھوڑ کر فوت
 ہو گئی تو مسئلہ خاوند کی موجودگی میں چھ سے

مع وجود الزوج من ستة وهو
 مستقيمة على الورثة للزوج ثلثة
 وللأم السهمان وللعم سهم
 (فصل الزوج) من نصيبه الذي
 هو النصف (على ما في ذمته للزوجة من
 المهر وخرج من البين فيقسم باقى
 التركة) وهو ما عد المهر
 (بين الأم والعم اثلاثا بقدر
 سها مہما من التصحيح
 (وحيث ان يكون سهمان)
 من الباقي للام و سهم
 واحد للعم كما كان كذا لك
 في سها مہما من التصحيح فانقلت
 هلا جعلت الزوج بعد المصالحة و
 اخذه المهر و خروجه من البين
 بمنزلة المعدوم و اى فائدة في
 جعله داخل في تصحيح المسئلة مع انه
 لا ياخذ شيئا وراء ما اخذه
 قلت فاشدته انا لو جعلناه كان
 لم يكن وجعلنا التركة ما وراء

بنے گا جو کہ ورثہ پر برابر تقسیم ہو جائے گا ،
 خاوند کو تین ، ماں کو دو اور چچا کو ایک حصہ
 ملے گا۔ چونکہ شوہر اپنے ذمہ مہر کے بدلے
 میں ترکہ میں سے اپنا حصہ جو کہ نصف ہے
 چھوڑنے پر صلح کر کے وارثوں کے درمیان سے
 خارج ہو گیا لہذا باقی ترکہ جو کہ مہر کے علاوہ
 ہے ماں اور چچا کے درمیان تصحیح میں سے
 ان کے حصوں کے مطابق تین پر تقسیم ہو گا۔
 اور اس صورت میں مہر کو نکال کر باقی ترکہ
 میں سے دو حصے ماں کو اور ایک حصہ
 چچا کو ملے گا۔ جیسا کہ یہی حال تصحیح سے
 حاصل شدہ ان دونوں کے حصوں میں تھا۔
 اگر تو کہے کہ صلح کے بعد اور شوہر کے مہر کو
 لے لینے اور وارثوں کے درمیان سے نکل
 جانے کے بعد تم نے شوہر کو بمنزلہ معدوم کے
 کیوں قرار نہیں دیا اس کو مسئلہ کی تصحیح میں
 داخل کرنے کا کیا فائدہ ہے باوجودیکہ وہ اس
 کے ماسوا کچھ نہیں لیتا جو کچھ وہ لے چکا ہے؟
 میں کہوں گا اس کا فائدہ یہ ہے اگر ہم
 اس کو کالعدم قرار دیتے اور مہر کے ماسوا کو

علہ فی النسخة التي يادينا و للزوج منها سها م ثلثة۔

علہ السهمان كذا في نسختنا۔

علہ وللعلم اليك قوموسهم كذا عندنا۔

علہ كما كان الحال كذا لك كذا بنسختنا۔

المهر لا تغلب فرض الام من ثلث
اصل المال الى ثلث ما بقى اذ حينئذ
يقسم الباقي بينهما اثلاثا
فيكون للام سهم وللعم سهمان
وهو خلاف الاجماع اذ
حقها ثلث الاصل واذا ادخلنا
النزوح في اصل المسئلة
كانت للام سهمان من
الستة وللعم سهم واحد
فيقسم الباقي بينهما على
هذا الطريق فتكون
مستوفية حقها من الميراث
والله تعالى اعلم واعلم ان
هنا طريقه اخرى
اخذ بها بعض المشايخ
رحمهم الله تعالى لا تعلق
لها عندى بما نحن فيه
وان فرض فانما يكون عليهما
في الصورة المسئول عنهما
لفاطمة ثلثة عشر الفا ومائة
وخمسة وعشرون ولاسد على سبعة الاف
وثمان مائة وخمسة وسبعون لم نختار لان الغلو
القي بالراجح لاسيما المذهب وانت تعلم ان هذه

ترکہ بناتے تو ماں کا فرضی حصہ اصل مال کی
تہائی سے باقی مال (مہر نکالنے کے بعد) کی
تہائی کی طرف منتقل ہو جاتا، کیونکہ اس صورت
میں باقی مال ان دونوں (ماں اور پاپا) کے
درمیان تین حصوں میں تقسیم ہوتا جس میں سے
ماں کو ایک حصہ اور چچا کو دو حصے ملتے اور وہ
اجماع کے خلاف ہے اس لئے کہ ماں کا حق
اصل ترکہ کا ایک تہائی ہے۔ اور جب ہم نے
شوہر کو اس مسئلہ میں داخل رکھا تو ماں کیلئے
چھ میں سے دو جبکہ چچا کے لئے ایک حصہ ہوا۔
چنانچہ مہر نکالنے کے بعد باقی بچ جائیو الا مال
ان دونوں کے درمیان اسی طریقے پر منقسم ہوگا
تو اس طرح ماں میراث میں سے اپنا پورا حق وصول
کرے گی اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، تو
جان لے کہ یہاں ایک اور طریقہ ہے جس کو بعض
مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا میرے
نزدیک زیر بحث مسئلہ سے اس کا کوئی تعلق
نہیں۔ اگر ہم اس کو فرض کر لیں تو اس تقدیر پر
صورت مسئلہ میں فاطمہ کے لئے تیرہ ہزار ایک سو
پچیس اور اسد علی کے لئے سات ہزار آٹھ سو
پچھتر حصے ہوں گے۔ ہم نے اس کو اختیار نہیں کیا
کیونکہ عمل اور فتویٰ قول راجح پر ہوتا ہے خصوصاً
جبکہ وہ مذہب ہو۔ اور تو جانتا ہے کہ یہ طریقہ

ایضاً توافقاً ما سلكه المجيب اللکنوی
فہو خلاف الاجماع قطعاً و باللہ
العظمۃ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔
بھی اُس طریقے کے موافق نہیں جس پر مجیب لکھنوی
چلے ہیں تو وہ قطعی طور پر خلاف اجماع ہوا۔ اور
اللہ تعالیٰ ہی سے عظمت حاصل ہوتی ہے اور
اللہ سبحانہ و تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

فصل دوم

۹۴ مسئلہ از ریاست رامپور مرسلہ مولوی وحید اللہ صاحب نائب پیشکار کچہری دیوانی
۲۵ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

حضرت مطاع و محترم مدظلہم العالی تحیہ تسلیم بالوفت تکریم مشکلات کا حل آنحضرت کی ذات
مجمع الکمالات کے ساتھ مخصوص ہے۔ ناچار گزارش کیا جاتا ہے سراجی وغیرہ تمام کتابہائے
فرائض و فقہ (جہاں تک حقیر نے دیکھیں) میں اخوات عینیہ و علائقہ کو بنات اور فقط بنات الابن
کے ساتھ میں عصہ مع الغیر لکھا ہے و ان سفلی سے سفلیات کو داخل نہیں کیا گیا ہے جیسا اور
مواقع مثلاً تفصیل اب میں ہے وابنۃ الابن کے بعد و ان سفلیت کو بھی شامل کر لیا اس
سے خیال ہوتا ہے سفلیات کی معیت عصوبت اخوات کی علت نہیں ہے چنانچہ شارح بیسٹ
رحمہ اللہ کا یہ قول ہے :

اقصر علی بنات الابن و لم یقل
وان سفلی و کذا فی غیرہ من
کتب الفرائض فدل ذلک علی ان
السفالیۃ غیر معتبرۃ فی صیور ورتہن
عصبۃ انتہی۔
مصنف نے پوتیوں پر اکتفا فرمایا اور یوں
نہیں کہا اگرچہ نیچے تک ہوں۔ اور ایسا
ہی علم فرائض کی دیگر کتابوں میں ہے۔ یہ
اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ (پڑپوتیاں
وغیرہ یعنی) جو بھی پوتیوں کے نیچے ہوں وہ
بہنوں کو عصہ بتانے میں معتبر نہیں ہیں انتہی۔ (ت)

اس خیال کی تائید کرتا ہے اطمینان کی غرض سے حضرت سے رجوع کیا جاتا ہے کہ اس کو صحیح
خیال کر کے سوالات میں اس پر عملدرآمد کیا جائے یا کیا ؟ امید ہے کہ آنحضرت کے عالمتاب

آفتاب فیض سے یہ حقیر ذرہ بھی بہرہ یاب ہوگا۔ بیتنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاو گئے)

الجواب

مولانا المکرم اکرم اللہ تعالیٰ بعد اہدائے ہدیہ تحفہ سینہ سنہ متمس عصوبت اخوات کیلئے معیت بنت ابن الابن و بنت ابن ابن الابن و ان سفلیں قطعاً کافی ہے۔ اور شرح لیسٹ کا بیان صریح لغزش بنت الابن حقیقۃً لغتاً یا عرفاً شائعاً بنت ضرور ابن الابن وغیرہ جملہ سفلیات کو متبادل ہے تصریح و ان سفلیت محض ایضاح و تاکید عموم ہے، نہ اذخالی مالم یدخل، تو عدم ذکر ہرگز ذکر عدم نہیں ہو سکتا و لہذا صد ہا جگہ علمائے وہاں کہ عموم یقیناً ہے لفظ سفول ذکر نہ فرمایا۔ کنز الدقائق میں ہے :

للأب السدس مع الولد او ولد الابن
اولاد یا بیٹے کی اولاد کی موجودگی میں باپ کے لئے چھٹا حصہ ہوتا ہے۔ (ت)

ولدت الابن کولدہ عند عدمہ
میت کے بیٹے کی اولاد بیٹے کی عدم موجودگی میں خود میت کی اپنی اولاد کی طرح ہے۔ (ت)

ومن النساء سبع الام والمجدۃ و البنت و بنت الابن والاخت
اور عورتوں میں سے سات ہیں ماں، جدہ، بیٹی، پوتی اور بہن الخ (ت)

النصف للبنت و لبنت الابن عند عدمہا
ترکہ کا نصف بیٹی کے لئے ہے اور بیٹی کی عدم موجودگی میں پوتی کے لئے (ت)

۴۳۳ ص	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الفرائض	۱۔ کنز الدقائق
۴۳۴ "	" "	"	۲۔ "
۳۴۵/۲	مؤستہ الرسالہ بیروت	"	۳۔ ملقۃ البحر
" "	" "	"	۴۔ "

اُسی میں ہے :

السدس للام عند وجود الولد او
ولد الابن وللاب مع الولد او
ولد الابن ولبنات الابن وان تعددت
مع الواحدة من بنات الصلب اليه
(ملتقطاً)

اولاد دیا بیٹے کی اولاد کی موجودگی میں ماں کے لئے
چھٹا حصہ ہوگا ، اور باپ کے لئے چھٹا حصہ
ہوگا جبکہ میت کی اولاد یا اس کے بیٹے کی اولاد
موجود ہو ، اور حقیقی بیٹی کی موجودگی میں پوتی کیلئے
چھٹا حصہ ہوگا اگرچہ پوتیاں متعدد ہو جائیں (ت)

تنویر الابصار میں ہے :

للاب والجد السدس مع ولد
او ولد ابن ی

میت کے باپ اور اس کے دادا کو چھٹا حصہ
ملے گا جبکہ میت کی اپنی یا اس کے بیٹے کی
اولاد موجود ہو۔ (ت)

درمختار میں ہے :

والتعصیب مع البنات او بنت الابن^{عم}

میت کی بیٹی یا پوتی کی موجودگی میں بہن کو
عصبہ بنانا۔ (ت)

اسی میں ہے :

ممن فرضه النصف وهو خمسة البنات
وبنت الابن والاخت لابوين
والاخت لأب والن زوج ی

جن کا فرضی حصہ ترکہ کا نصف ہوتا ہے اور وہ
پانچ ہیں بیٹی ، پوتی ، حقیقی بہن ، علاقائی بہن
اور خاوند۔ (ت)

سراجیہ میں ہے :

بنات الابن کبنات الصلب و

پوتیاں حقیقی بیٹیوں کی طرح ہیں اور ان کے

عم هذا الضم ملتقطاً ملخصاً ۱۲ ازہری غفرلہ

۳۳۶ و ۳۳۵/۲	مؤسستہ الرسالہ بیروت	۱۱ ملتقى البحر کتاب الفرائض
۳۵۵/۲	مطبع مجتبائی دہلی	۱۲ الدر المختار شرح تنویر الابصار
۳۵۵/۲	"	۱۳ " "
۳۵۶/۲	"	۱۴ " "

لہن احوال ست۔

چھ حال ہیں۔ (ت)

شرافیہ میں ہے :

أربع من النسوة فرضهن النصف
والثلثان الأولى البنت والثانية
بنت الابن فان حالهما كحال البنت
عند عدمها۔ (ملخصاً)

عورتوں میں سے چار جن کا فرضی حصہ نصف
اور دو تہائی ہوتا ہے۔ اُن میں سے پہلی بیٹی
اور دوسری پوتی ہے، کیونکہ بیٹی کی عدم موجودگی
میں پوتی کا حال بیٹی کے حال جیسا ہوتا ہے (ت)

بلکہ کئی جگہ صرف ذکر بنت پر اقتصار فرمایا حالانکہ بنات الابن وان سفن قطعاً سب اسی حکم میں
داخل۔ تنویر میں ہے :

يصير عصبه بغيره البنات بالابن و
بنات الابن بابن الابن والاخوات
باخيهن مع غيره الاخوات مع
البنات۔

بیٹیاں بیٹے کے ساتھ، پوتیاں پوتے کے ساتھ
اور بہنیں اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ بغيرہ
ہو جاتی ہیں جبکہ بہنیں بیٹیوں کی موجودگی میں عصبہ
مع غیرہ ہو جاتی ہیں۔ (ت)

اسی مسئلہ کا کلیہ ارشاد ہوا ہے :

اجعلوا الاخوات مع البنات
عصبه۔

بیٹیوں کی موجودگی میں بہنوں کو عصبہ
بناؤ۔ (ت)

اور پھر یہی نہیں کہ ان حضرات کو ترک ذکر سفول کا التزام ہو جس سے اُن کی عادت پر حمل کر کے
سفول مفہوم ہو، نہیں بلکہ انہیں کتب میں جایجا سفول مذکور۔ گز میں ہے :

للام الثلث ومع الولد والوالد
الابن وان سفول السداس

ماں کے لئے ایک تہائی ہوتا ہے اور اولاد یا
بیٹے کی اولاد اگرچہ نیچے تک ہو کی موجودگی میں

۱۔ السراجی فی المیراث فصل فی النساء مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی ص ۱۲

۲۔ الشرفیہ شرح السراجیہ باب العصبۃ مطبع علمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۴۰

۳۔ الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب الفرائض فصل فی العصبۃ مطبع معتبائی دہلی ۳۵۴/۲

۴۔ الشرفیہ شرح السراجیہ "فصل فی النساء" مطبع علمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۲۴

وللزوج النصف ومع الولد او ولد
الابن وان سفل الربع وللزوجة
الربع ومع الولد او ولد الابن و
ان سفل الثمن ^۱
چوتھا حصہ ہوتا ہے جبکہ میت کی اولاد یا اس کے بیٹے کی اولاد اگرچہ نیچے تک ہو کی موجودگی میں بیوی کو آٹھواں حصہ ملتا ہے۔ (ت)
ملتی ہے :

اقربہم جزء الميت وهو الابن وابنه
وان سفل ^۲
ان میں سے قریب ترین میت کی جڑ ہے، اور وہ
میت کا بیٹا یا اس کا پوتا ہے اگرچہ نیچے
تک ہو۔ (ت)

اسی میں ہے :
وتحجب الاخوة بالابن وابنه وان
سفل ^۳
تتویر میں ہے :

يقدم الاقرب فالاقرب منهم
كالابن ثم ابنه وان سفل ^۴
ان میں سے جو میت کا سب سے زیادہ قریبی ہے
اس کو مقدم کیا جائے گا پھر اس کے بعد والا
جیسا کہ میت کا بیٹا پھر بیٹے کا بیٹا اگرچہ نیچے
تک چلے جائیں۔ (ت)

تو ظاہر ہوا کہ علماء کے نزدیک سفل کا ذکر وعدم ذکر یکساں ہے تو اگر کہیں سفلیات کا حکم عالیہ
کے خلاف ہوتا فقط عدم ذکر سفل پر قناعت نہ فرماتے بلکہ واجب تھا کہ نفی سفلیات بالتصریح

۱	کتاب الفرائض	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ص ۳۳۳ و ۳۳۴
۲	کتاب الفرائض	مؤسسۃ الرسالہ بیروت	۳۴۶/۲
۳	فصل فی الحب	"	۳۴۸/۲
۴	فصل فی العصب	مطبع مجتہبی دہلی	۳۵۶/۲

بتاتے تاکہ عرف عام شائع سے خلاف مراد پر محمول نہ ہو تو شرح بسیط کا تمسک صراحتہ بالمخالف ہے اور خود شرع مطہر میں اس کی کہاں نظیر ہے کہ یہاں سفلیات قوی کا حکم عالیات کے خلاف رکھا ہو بلکہ ہمیشہ جس طرح بنات نہ ہوں تو بنات الابن ان کی جگہ ہیں اور بنات ابن الابن کی جگہ یوں ہی بنات الابن نہ ہوں تو بنات الابن کی جگہ ہیں اور بنات ابن الابن بنات ابن الابن کی جگہ۔ دھلے جہاں ایسا واضح مسئلہ اسی قابل تھا کہ علماء اسے اعتقاد فہم سامع پر چھوڑ جاتے مگر جہاں اللہ احسن جہاں انہوں نے اسے بھی مہمل نہ چھوڑا اور عامہ کتب معتمدہ متداولہ متون و شرح فتاویٰ مثل سراجیہ و شریفیہ و تبیین الحقائق و مکملۃ البحر للطوری و درمختار و ملقی البحر و مجمع الانہر و غیرہ انہ المقتنین و فتاویٰ عالمگیریہ و قلائد المنظوم و غیرہا میں صاف صاف بلا خلاف حکم مذکور عصوبت اخوات مع بنات الابن کا سفلیات کو شمول بھی بتا دیا، اب ناظر متعجب ہوگا کہ یہ کیونکر۔ ہاں یہ فقیر سے سنتے۔ زید نے زینب بنت ابن الابن اور دو اخت چھوڑ کر انتقال کیا بنتین ابن الابن کے لئے تو یہاں یقیناً ثلثین ہے جس میں کسی ادنیٰ طالب علم کو بھی محلِ ریب نہیں، اور اخوات کے پانچ حال ہیں، ایک کو نصف، دہائیہ کو ثلثان، پچھائی کے ساتھ للذکر مثل حظ الانثیین (مذکور کے لئے دو موتوں کے حصہ کی مثل ہوتا ہے۔ ت)، بنات کے ساتھ عصوبت ابن واب و ان سفل و علا کے ساتھ سقوط پہلی اور تیسری اور پانچویں حالت تو صورت مذکورہ میں بدلتے ہیں اب اگرچہ کتنی نہ مانو تو دوسری متعین ہوگی اور اختین بھی ثلثین کی مستحق ہوں گی۔ یہ اولاً خود باطل ہے، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ کسی مسئلے میں دوبار ثلثین جمع نہیں ہو سکتے۔ مجمع الانہر میں ہے:

لا یتصور فی مسئلۃ فقط اجتماع ثلثین
وثلثین او ثلث وثلث وثلثین

کسی مسئلہ میں یہ بالکل متصور نہیں کہ اس میں دو تہائی اور دو تہائی (دو بار) یا ایک تہائی اور ایک تہائی اور دو تہائی جمع ہو جائیں۔

ثانیاً اس تقدیر پر اصل مسئلہ تین سے ہو کر بوجہ اجتماع دو ثلثین چار کی طرف عول کرنا واجب ہوگا حالانکہ کتب مذہب میں قاطبہ تصریح ہے کہ تین ان اصول میں ہے جن میں

منہا الستة واثنا عشرة واربعة وعشرون والاربعة الاخرى لا تقول ^{لے}

چھ، بارہ اور چوبیس میں ہوتا ہے اور دیگر چار میں عول نہیں ہوتا۔

(ت)

بعینہ اسی طرح مکملہ طور پر ہے۔ درمختار میں ہے:

المخارج سبعة اربعة لا تقول الاثنان والثلاثة والاربعة والثمانية ^{لے}

مخارج سات ہیں جن میں سے چار میں عول نہیں ہوتا یعنی دو، تین، چار اور آٹھ۔

اربعة مخارج لا تقول الاثنان والثلاثة ^{لے} الخ۔

مخارج میں سے چار میں عول نہیں ہوتا یعنی دو اور تین الخ (ت)

خزانة المفتين میں پھر منہدیہ میں ہے:

اعلم ان اصول المسائل سبعة اثنان وثلاثة واربعة وستة وثمانية واثنا عشر واربعة وعشرون فاربعة منها لا تقول الاثنان والثلاثة والاربعة ^{لے} والثمانية الخ۔

تو جان لے کہ مسئلوں کے اصول سات ہیں جو کہ یہ ہیں دو، تین، چار، چھ، آٹھ، بارہ اور چوبیس۔ ان میں سے چار یعنی دو، تین، چار اور آٹھ میں عول نہیں ہوتا الخ (ت)

منظومة علامہ ابن عبد الرزاق میں ہے:

وسبعة مخارج الاصول اربعة ليست بذات عول، اثنان والثلاثة التالية واربع ضعفها الثمانية

اصول کے مخارج سات ہیں جن میں سے چار عول والے نہیں ہیں یعنی دو اور اس کے ساتھ تین اور چار اور اس کا دو گنا آٹھ۔

۲۲۴/۶	المطبعة الكبرى الاميرية بولاق مصر	كتاب الفرائض	لتبيين الحقائق
۳۶۱/۲	مطبع مجتبائی دہلی	باب العول	لدر المختار
۳۲۹/۲	مؤسسة الرسالة بيروت	" "	لمتقى البحر
۲۵۲/۲	قلمی نسخہ غیر مطبوعہ	باب العول	لفاوى خزانة المفتين

تو واجب ہوا کہ صورت مذکورہ میں حالت چہارم ہی مانی جائے اور سفلیات کے ساتھ بھی بہن کو عصوبت دی جائے، شرح بسیط میں ایسی تصریحات جلیلہ سے ذہول اور اس نامفید بلکہ مخالف بات سے تمسک موجب تعجب ہے۔

ولكن لكل جواد كيوۃ وكل صا م
نسوة وكل عالم هقوة نسال الله
العفو والعافية۔

لیکن ہر تنزرفنا رکھوڑے کے لئے ٹھوکر ہے
اور ہر تلوار کبھی اچٹ جاتی ہے اور ہر عالم
سے کبھی لغزش ہو جاتی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ
سے درگزر اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں (ت)

فقیر نے بہ طریق استدلال اس غرض سے لیا کہ کلمات علمائے کرام سے اخذ مسائل کا انداز
معلوم ہو ورنہ بحمد اللہ تعالیٰ خاص اس جزئیہ شمول کی تصریحات فقیر کے پاس موجود ہیں۔
الرحیق المختوم شرح قلائد المنظوم میں ہے:

(والاخت) ولو متعددة (مع بنت)
الصلب واحدة ایضا فاکثر (و)
كذا مع (بنت الابن) وان سقطت
كذا لك وكذا مع بنت وبنت ابن
(ذات اعتصاب مع غیر)۔

اور بہن اگرچہ متعدد ہوں صلیبی بیٹی کے ساتھ
چاہے ایک ہو یا ایک سے زائد۔ یونہی
پوتی کے ساتھ اگرچہ نیچے تک چلی جائیں۔
چاہے ایک ہو یا اس سے زائد عصبہ
مع غیرہ بن جاتی ہے۔ (ت)

مختصر الفرائض میں اخوات لاب کے احوال میں ہے:

یصرن عصبۃ مع البنات او بنات
الابن وان سفلن ان لم توجد
الاخوات لاب وام۔

علاقہ بہنیں بیٹیوں یا پوتیوں اگر نیچے تک بن
کی موجودگی میں عصبہ بن جاتی ہیں بشرطیکہ بہنیں
موجود نہ ہوں۔ (ت)

زبدۃ الفرائض میں ہے:

عصبہ مع غیرہا دو زنانہ کے
عصبہ مع غیرہ دو عورتیں ہوتی ہیں ایک

عہ لعل الصواب او بنات الابن صحیح ۱۳ از ہری غفرلہ بل ہو المتعین کا لفظ فیما معنی دمایا تی
لہ الرحیق المختوم شرح قلائد المنظوم سالہ من سائل ابن عابین باب العصبات سہیل اکیڈمی لاہور ۲/۱۵
۲ مختصر الفرائض

اخت ایحانی میت کہ با بنت یا بنت ابن او ہر چند
پایان رود عصبہ میگردد۔ دوم اخت علاق
میت کہ با ہمیں بنیتین مسطور تین عصبہ می شود۔
میت کی عینی بہن جبکہ میت کی بیٹی یا پوتی کے ساتھ
ہو اگرچہ پوتیاں نیچے تک ہوں۔ دوسری میت کی
علاق بہن ہیں جو میت کی بیٹی اور پوتی کے ساتھ ہو
اگرچہ وہ پوتیاں نیچے تک چلی جائیں۔ (ت)
اسی میں اخت عینیہ کے احوال میں ہے :

چہارم عصبہ مع البنات الصلیات و مع
بنات الابن ہر چند پایاں روند۔
عینی بہنوں کا چوتھا حال یہ ہے کہ وہ صلی بیٹیوں
اور پوتیوں اگرچہ نیچے تک ہوں کی موجودگی میں
عصبہ ہوتی ہیں (ت)

اسی میں اخت علاقہ کے حالات میں ہے :
پنجم عصبہ مع البنات الصلیات و مع بنات
الابن ہر چند پایاں روند و قتے کہ عینی نباشد۔
علاق بہنوں کا پانچواں حال یہ ہے کہ وہ صلی
بیٹیوں اور پوتیوں اگرچہ نیچے تک ہوں کی
موجودگی میں عصبہ ہوتی ہیں بشرطیکہ عینی بہن موجود
نہ ہو (ت)

علامہ ابن نور اللہ القروی نے حل مشکلات میں خوب طریقہ اختیار فرمایا کہ کہیں وان
سفلت وان نزلن (اگرچہ نیچے تک چلی جائیں۔ ت) نہ کہیں اور ہر جگہ بے کئے مذکور ہو یعنی ابتداء
میں اپنی کتاب سے مسئلہ نکالنے کا طریق ارشاد فرمایا کہ جس مسئلہ میں فلاں وارث ہو اسے فلاں باب
میں دیکھو مسائل بنات الابن کے لئے فرمایا :

ان کان فیہا بنت ابن العیت وان سفلت
مع غیرہا من اصحاب الفرائض
فہی فی الباب الثانی عشر
اگر کسی مسئلہ میں میت کی پوتی اگرچہ نیچے تک
ہو دیگر ذوی الفروض کے ساتھ جمع ہو تو وہ
مسئلہ بارہویں باب میں مذکور ہوگا۔ (ت)

پھر ختم مقدمہ کے بعد فہرست ابواب دی اس میں بھی فرمایا :
الباب الثانی عشر منہا فی بنت الابن
بارہواں باب میت کی پوتی کے بارے میں ہے

وان سفلت مع غیرها من اصحاب الفرائض
اگرچہ نیچے تک چلی جائے جبکہ وہ دیگر ذوی الفروض کے ساتھ جمع ہو۔ (ت)

اسی طرح اور ابواب کی نسبت بھی فرما دیا اب ان بابوں میں جہاں مثلاً بنت الابن ہو خواہی نحو ہی بحکم تعلیمات سابقہ بنت الابن وان سفلت مراد ہے۔ اسی باب دوازدہم میں ہے،
من مات وترك بنت ابن واختا کوئی شخص ایک پوتی اور ایک عینی بہن چھوڑ کر
لابوین فالمسئلة من اثنتين فوت ہو گیا تو مسئلہ دو سے بنے گا کیونکہ
لان فیہا نصفان وما بقی فالنصف اس مسئلہ میں نصف اور بقیہ ہے۔ چنانچہ
لبنت الابن والباقی للاخت نصف پوتی کو اور بقیہ بہن کو بطور عصبہ ملے گا۔
بالعصبۃ غرض حکم مسئلہ واضح ہے واللہ اور اللہ ہی کے لئے تمام تعریفیں ہیں اور اللہ
الحمد واللہ سبحتہ وتعالیٰ اعلم۔ سبحانہ وتعالیٰ خوب جانتا ہے (ت)

فصل سو

مسئلہ ۹۵ از احمد آباد گجرات محلہ چککے کا لڑپور متصل پل گلیان مدرسہ طیبہ

مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب ۵ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے ایک چچا زاد بھائی کے سوا کوئی وارث شرعی نہیں اور دو بھتیجے چچا زاد بھائی کے بیٹے ہیں زید نے اپنے مرض الموت میں بھائی کو ایک سو چالیس روپیہ دے کر اپنے مترکہ سے اس کا حق میراث معاف کرا لیا بھائی نے معاف کر دیا زید نے اس صلح کے بعد چھ سو باسٹھ روپے کے پانچ مکان خرید کر بنام مدرسہ عربیہ دینیہ وقف کئے اور جو مال باقی رہا اس میں یہ وصیت کی کہ اس سے اولاً ج کرایا جائے اور ج سے جو بچے اس کا مکان خرید کر وقف کر دیا جائے بعد زید نے انتقال کیا، اس صورت میں یہ وقف و وصیت نافذ ہوئے یا نہیں؟ اور صلح جو وارث سے مورث اپنی حیات میں کر لے شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ اگر صلح مذکور معتبر ٹھہرے تو میراث میں بدیں جہت کہ بھائی کا حق جو بھر صلح ساقط ہو گیا اب بھتیجوں کا حق ثابت ہو گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

وارث سے اس کے حصہ میراث کے بابت جو صلح حیاتِ مورث میں کی جائے تحقیق یہ ہے کہ باطل و بے اثر ہے اس سے وارث کا حقِ ارث اصلاً زائل نہیں ہوتا۔ ہاں اگر بعدِ موت مورث اس صلح پر رضامندی رہے تو اب صحیح ہو جائے گی۔

اقول وبالله التوفیق تفصیل المقامات الروایات فی هذه المسئلة توجد علی ثلاثة انحاء الاول البطلات وهو واضح البرهات غنی عن البیان فان الامرات لا ثبوت له فی حیاته فکات اعتیاضاً عن معدوم وهو باطل وبهذا هو نص محرر المذهب رضى الله تعالى عنه قال فی جامع الفصولین ذکر "رحمه الله تعالى فی سلك (ای محمد رحمه الله تعالى فی السیر الکبیر الذی هو من کتب الاصول الستة) ان المریض لو اعطی من اعیان ماله بعض ورثته لیکون له بحقه من المیراث بطلان^{ام} الثاني الجواز ولا یظهر له وجه قال فیہ عقبہ برمز جف لحامع الفتاوی جعل لاحد ابنیہ داراً بنصیبہ

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) اور توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس مقام کی تفصیل یہ ہے کہ اس مسئلہ میں تین قسم کی روایات پائی جاتی ہیں، پہلی قسم یہ کہ یہ صلح باطل ہے۔ اس کی دلیل واضح ہے جو بیان سے بے نیاز ہے کیونکہ میراث کا ثبوت مورث کی زندگی میں نہیں ہوتا تو یہ معدوم کا بدل طلب کرنا ہوا اور وہ باطل ہے۔ اور اسی پر محرر مذہب حضرت امام محمد رضى الله تعالى عنه نے نص فرمائی جامع الفصولین میں ہے کہ تم رحمہ اللہ تعالیٰ نے سک میں ذکر فرمایا (یعنی امام محمد علیہ الرحمۃ نے سیر کبیر میں ذکر فرمایا جو کہ چھ کتب اصول میں سے ہے) کہ کسی مریض نے اگر اپنے عین مال میں سے کسی وارث کو اس لئے کچھ دیا کہ وہ میراث میں سے اس کا حق بن جائے تو یہ باطل ہے دوسری قسم صلح کے جواز کی ہے، اور اس کی کوئی وجہ ظاہر نہیں۔ جامع الفصولین میں مذکور عبارت کے بعد جامع الفتاویٰ کی رمز یعنی جف کے ساتھ کہا کسی شخص نے اپنے دو بیٹوں

على ان لا يكون له بعد موت
 الاب ميراث قيل جاز وبه افق
 بعضهم وقيل لا الله ، وقال في
 الفرع الاشباه والنظائر قال
 الشيخ عبد القادر في
 الطبقات في باب المهر في
 احمد قال العرجاني في
 الخزائن قال ابو العباس النافعي
 رأيت بخط بعض مشائخنا
 رحمهم الله تعالى في رجل
 جعل لاحد ابنيه دارا بنصيبه
 على ان لا يكون بعد موت
 الاب ميراث جاز وافق به
 الفقيه ابو جعفر محمد بن اليماني
 احد اصحاب محمد بن الشجاع
 البلخي وحكي ذلك اصحاب احمد
 بن ابى الحارث وابو عمر والطبري
 انتهى اه - قال في غمر العيون
 يتامل في وجه صحة ذلك فانه خفي اه
 والثالث الجواز اذا رضى به
 الوارث بعد ما ورث

میں سے ایک کو اسکے حصے کا گھر اس شرط پر دیا
 کہ باپ کی موت کے بعد اس کے لئے میراث
 نہیں ہوگی۔ ایک قول میں کہا گیا ہے کہ یہ جائز
 ہے۔ اور اسی پر بعض مشائخ نے فتویٰ دیا ہے
 اور ایک قول میں ہے کہ جائز نہیں ہے الخ۔
 الاشباہ والنظائر کی کتاب الفرع میں کہا
 کہ شیخ عبد القادر نے طبقات کے باب المهر
 فی احمد میں فرمایا، جرجانی نے فرمایا کہ
 ابو العباس ناطفی نے فرمایا میں نے اپنے بعض
 مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کی وہ تحریر دیکھی جو اس
 شخص کے بارے میں ہے جس نے دو بیٹوں میں
 سے ایک کو اس کے حصے کا مکان اس شرط پر
 دیا کہ باپ کی موت کے بعد اس کے لئے میراث
 نہیں ہوگی تو یہ جائز ہے۔ اسی پر فقیہ ابو جعفر محمد
 بن الیمانی نے فتویٰ دیا جو کہ محمد بن شجاع بلخی کے
 شاگردوں میں سے ایک ہیں۔ احمد بن ابو حارث
 اور ابو عمر و طبری کے شاگردوں نے اس کو نقل
 کیا ہے انتہی۔ غمر العیون میں کہا اس کی صحت
 کی وجہ میں غور کرنا چاہئے کیونکہ یہ پوشیدہ ہے الخ
 اور تیسری قسم یہ ہے کہ صلح اس صورت میں
 جائز ہوگی جب وارث بننے کے بعد مذکورہ بالا

وارث اس صلح پر رضا مندی ظاہر کر دے۔
جامع الرموز میں کہا تو جان - امام ناطقی
نے اپنے بعض مشائخ سے ذکر کیا کہ مریض جب
کسی ایک وارث کے لئے کوئی شے معین
کر دے مثلاً گھر اس شرط پر کہ باقی ترکہ میں
اس کا کوئی حق نہیں ہوگا تو جائز ہے۔ اور
کہا گیا ہے کہ یہ اس وقت جائز ہوگا جب
مریض کے مرنے کے بعد وہ وارث اس پر
رضا مندی ظاہر کرے تو اس صورت میں میت
کا معین کرنا ایسے ہی ہے جیسے اس کے ساتھ
باقی وارثوں نے تعیین کی ہو۔ جیسا کہ جواہر
میں ہے الخ۔ اس کو رد المحتار کے وصایا
کے شروع میں نقل کیا اور یہ زائد کیا کہ ان
دونوں قولوں کو جامع الفصولین میں نقل کیا ہے
اور کہا ہے کہ ایک قول میں کہا گیا ہے کہ یہ
جائز ہے اور اسی پر بعض مشائخ نے فتویٰ
دیا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جائز نہیں
ہے الخ اور ما قبل جامع الفصولین میں بحوالہ
سیر کبیر ذکر کردہ حکایات کی طرف میلان
نہیں کیا حالانکہ اس باب میں وہ عمدہ ہے
کیونکہ جواز اور بعض مشائخ کے فتویٰ کا ذکر
اگر بعض مشائخ کے خطا طرف منسوب نہ ہو

قال فی جامع الرموز اعلم ان
الناطقی ذکر عن بعض اشیاخه
ان المریض اذا عین الواحد
من الورثة شیئاً کالدرا علی
ان لا یكون له فی سائر التركة حق
یحوز وقیل هذا اذ رضی ذلك
الوارث به بعد صوته فحينئذ یكون
تعیین المیت کتعیین باقی
الورثة معه کہا فی الجواہر
ونقلہ فی اوائل وصایا
رد المحتار ونا دات حکم
القولین فی جامع الفصولین
فقال قیل جائز وبہ افتی
بعضہم وقیل لا انتہی۔
ولم یجنع لحکایة ما قدمہ
فی جامع الفصولین عن
السیر الکبیر مع انه کانت ہو
العمدة فی الباب فان
ما ذکر من الجوان
افتاء البعض لو لم
یکن مستندہ کما
علمت الخ خط بعض

المشائخ مع ما في المخط من شبهة
تنزله عن مرتبة الاشارة
فضلا من العبارة فعندى فيما
ذكر الحموى في الغمز من
احكام الكتابة يجوز الاعتماد
على خط المفتي اخذ من
قولهم يجوز الاعتماد على
اشارته فالكتابة اولى الله
نظر في الاخذ وان قلنا بجواز
الاخذ به عند حصول الامن و
ساكون القلب ولذا اجمعوا على
جواز النقل من الكتب المعتمدة
المعروفة المتداولة كما افادة
في الفتح فمع قطع النظر من كل
ذلك لم يكن له بجنب نص
محمد في ظاهر الرواية
قيام على ساق مع ما فيه
من عدم التمام بقواعد
المذهب على الاطلاق نعم ما ذكر
في الجواهر محمل حسن وبه
يدنو من التحقيق ويزول
القلق ويحصل التوفيق
بيد ان الواجب عندى

جیسا کہ تُو نے جان لیا باوجودیکہ خط میں شبہ
ہوتا ہے تو یہ اشارہ کے مرتبہ سے بھی گرجائیکا
چر جائیکہ عبارت (کے برابر ہو) - چنانچہ
میرے نزدیک اس میں جس کو امام حموی نے
احکام کتابت سے غمز میں ذکر کیا ہے کہ مفتی
کے خط پر اعتماد جائز ہے - مشائخ کے اس
قول سے اخذ کرتے ہوئے کہ مفتی کے اشارے
پر اعتماد جائز ہے تو کتابت پر بدرجہ اولیٰ جائز
ہوگا الخ اس اخذ میں نظر ہے، اگرچہ ہم
حصول امن اور میلان قلبی کے وقت اس کے
ساتھ اخذ کے جواز کے قابل ہیں، یہی وجہ ہے
کہ مشہور و مروج اور قابل اعتماد کتابوں سے
نقل کے جواز پر مشائخ نے اجماع کیا ہے
جیسا کہ فتح میں اس کا افادہ فرمایا ہے اس
تمام سے قطع نظر کرتے ہوئے یہ قول ظاہر الروایہ
میں مذکور امام محمد علیہ الرحمۃ کی نص کے مقابل
اپنی پینڈلی پر قائم نہیں ہو سکتا - اس کے
باوجود اس میں علی الاطلاق مذہب کے قواعد
کے ساتھ مطابقت بھی نہیں ہے - ہاں جو
جواہر میں مذکور ہے وہ ایک اچھا محمل ہے،
اور اسی کے ساتھ یہ تحقیق کے قریب ہو جاتا
ہے اور اضطراب زائل ہو جاتا ہے اور مطابقت
و موافقت حاصل ہو جاتی ہے - اس کے

رضی الورثة جميعا بعد موت
المورث لأرضى المصالح وحدة
فان التخرج مبادلة بينهم فلا بد
من رضاهم جميعا لاسيما اذا
كان الذي عتق له ازيد
من حقه وكأنه لحظ الخ
ان التعيين لو احدث على ان
لا يكون له في سائر التركة
شيء انما يكون غالباً
باقل من حقه او ما يساويه
وليس فيه ما يقتضي عدم
رضى سائر الورثة فاقصر
على ذكر اشتراط رضا واحد
والله تعالى اعلم، فان
قلت لم لا يجوز ان يحمل
كلام محمد محرم المذهب رحمه الله تعالى على
بطلان الحق قلت كلا فان الادب جبري لا يسقط
باسقاط وكيف يسوغ ابطال ما اثبتته الله تعالى في
كتابه والتخارج مبادلة لا اسقاط
والمبادلة تقر الحق
وتثبتته لا تبطله فلو
صح ما فعل المريضة
لقيل صح ما فعل و
الحق حصل لا ان
بطل هذا عند

علاوہ میرے نزدیک مورث کے مرنے کے بعد
تمام وارثوں کی رضا مندی ضروری ہے نہ کہ
تنہا صلح کر نیوالے کی رضا مندی۔ کیونکہ تخریج
وارثوں کے درمیان باہمی تبادلہ ہے لہذا
ان سب کی رضا مندی ضروری ہے خصوصاً
اس صورت میں جب مذکورہ بالا وارث
کے لئے اس کے حق سے زائد کی تعیین
کر دی گئی ہو۔ گویا اس بات کو ملحوظ رکھا گیا
ہے کہ کسی ایک وارث کے لئے تعیین اس
شرط پر ہوگی کہ ترکہ میں سے اس کے لئے کچھ
نہیں ہوگا۔ غالباً یہ تعیین اس کے حق سے کم تر
میں یا اس کے حق کے مساوی میں ہی ہوتی ہے،
حالانکہ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں جو باقی ورثہ
کی عدم رضا کا تقاضا کرتی ہو۔ چنانچہ اکیلے اس
وارث کی رضا مندی کے شرط ہونے کے ذکر پر
اکتفا کیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا
ہے۔ اگر تو کہے کہ محرر مذہب امام محمد رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہ کے کلام کو بطلان حق پر محمول کرنا
کیوں جائز نہیں؟ تو میں کہوں گا ہرگز نہیں
کیونکہ وارث بننا جبری امر ہے جو ساقط کرنے
سے ساقط نہیں ہوتا۔ تو جس چیز کو اللہ تعالیٰ
نے اپنی کتاب میں ثابت فرمایا اس کو باطل
کرنا کیسے جائز ہوگا، اور تخریج باہمی تبادلہ
ہے نہ کہ کسی حق کو ساقط کرنا۔ اور باہمی تبادلہ
حق کو ثابت کرتا ہے نہ کہ اسکو باطل کرتا ہے۔

والعلم بالحق عند ربی - اگر وہ صحیح ہوتا جو مرضی نے کیا ہے تو البتہ کہا جاتا کہ جو کچھ مرضی نے کیا ہے وہ صحیح ہے۔ اور حق حاصل ہو گیا ہے نہ یہ کہ وہ باطل ہو گیا ہے۔ یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ (ت)

یہ نفس مسئلہ صلح وارث بیات مورث کی تحقیق تھی جس سے سائل نے علی وجہ الاطلاق سوال کیا۔ رہی یہ صورت خاصہ کہ یہاں واقع ہوئی اسے مسئلہ صلح و تخارج سے علاقہ ہی نہیں یہاں صلح ایک سو چالیس روپے پر واقع ہوئی اور ترکہ میں روپے زائد تھے اور روپے کے حق سے کم روپوں پر تخارج قطعاً باطل ہے اگرچہ بعد موت مورث ہو۔

فی الدر المختار فی اخراجہ عن نقدین و غیرہما باحد النقدین لا یصلح الا ان یکون ما اعطى له اکثر من حصته من ذلك الجنس تحوزنا عن الربا۔ در مختار میں ہے نقدین (سونے چاندی) میں سے کسی ایک کے بدلے میں کسی وارث کو نقدین وغیرہ سے خارج کرنا صحیح نہیں مگر اُس وقت کہ جو کچھ اُس وارث کو دیا گیا ہے وہ اسی جنس میں سے اس کے استحقاقی حصے سے زائد نہ ہو تاکہ سود سے بچاؤ ہو جائے (ت)

تو یہ تخارج ہوتا تو یقیناً باطل ہوتا مگر یہاں دوسرا وارث کوئی ہے ہی نہیں نہ کوئی موصی نہ تھا جس سے مبادلہ بٹھرے تو یہاں صلح و تخارج و مبادلہ کو دخل ہی نہیں اس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ میراث سے میں نے اتنے روپے لے لئے باقی ترکہ سے مجھے تعلق نہیں۔ یہ نہ کوئی عقد شرعی ہے نہ ایک مہل وعدہ سے زائد کچھ معنی رکھتا ہے تمام ترکہ میں بدستور اس کا حق باقی ہے تصرفات مذکورہ زید بے اس کی اجازت کے ثلث سے زائد میں نافذ نہیں ہو سکتے بلکہ ان میں جو وصایا تھیں ان کی اجازت تو بحال حیات موصی مفید ہی نہیں اگرچہ وارث نے صراحۃً اُس وقت کہہ دیا ہو کہ میں نے ان وصیتوں کو نافذ کیا جائز رکھا نہ اُسے ان تصرفات زید کی اجازت معتبرہ ٹھہرا سکتے ہیں جو اس گفتگو کے بعد زید سے واقع ہوئے کہ ان میں جو وصایا تھیں ان کی اجازت کا تو حیات موصی میں کوئی محل ہی نہیں۔

فی الدر المختار لا تعتبر اجازتہم و در مختار میں ہے کہ وارثوں کی اجازت موصی کی

حال حیاتہ اصلاً بل بعد وفاتہ ۱
 فی رد المحتار اع لا نہا قبل ثبوت
 الحق لہم لان ثبوتہ عند الموت
 فکان لہم ان یردوا بعد وفاتہ بخلاف
 الاجازۃ بعد الموت لانہ بعد ثبوت
 الحق و تہامہ فی المنع ۲
 اس اجازت کے جو موصی کی موت کے بعد ہوئی کیونکہ وہ ثبوتِ حق کے بعد ہے۔ اس کی پوری بحث
 منہج کے اندر ہے۔ (ت)

البتہ وہ وقف کہ اس نے اپنے مرض میں فی الحال کر دیا اگر وارث سے حیاتِ مورث
 ہی میں اس کی اجازت پائی گئی جب بھی نافذ و تام ہو گیا کہ بعد موتِ مورث اب وارث اسے
 رد نہیں کر سکتا۔

فی رد المحتار من البزازیۃ تعبر
 الاجازۃ بعد الموت لا قبلہ ہذا
 فی الوصیۃ اما فی التصرفات المفیدۃ
 لاحکامہما کالاعتاق وغیرہ اذا صدر
 فی مرض الموت واجازۃ الوارث
 قبل الموت لا مروایۃ فیہ
 عن اصحابنا قال الامام
 علاء الدین السمرقندی
 اعتق المریض عبداً و مرضی
 بہ الورثۃ قبل الموت
 لا یسعی العبد فی شئ
 رد المحتار میں بزازیہ سے منقول ہے کہ موت کے
 بعد کی اجازت معتبر سے نہ کہ پہلے کی۔ یہ وصیت
 کے بارے میں ہے۔ رہے وہ تصرفات جو اپنے
 حکم کا فائدہ دیتے ہیں جیسے آزاد کرنا وغیرہ،
 جب یہ مرض الموت میں صادر ہوں اور موت
 سے پہلے وارث اجازت دے دے تو ہمارے
 اصحاب سے اس بارے میں کوئی روایت
 موجود نہیں۔ امام علاء الدین سمرقندی نے کہا
 کہ کسی مریض نے اپنا غلام آزاد کر دیا اور موت
 سے پہلے وارثوں نے اس پر رضا مندی ظاہر
 کر دی تو وہ غلام کسی شئی میں سعی نہیں کریگا

وقد نصوا على ان وارث المجرور اذا عفا عن الجارح ليصح ولا يملك المطالبة بعد موت المجرور اهـ۔ اور مشائخ نے اس بات پر نص فرمائی کہ زخمی کا وارث جب زخمی کرنے والے کو معاف کرے تو معافی صحیح ہوگی اور وارث زخمی کی موت کے بعد مطالبے کا مالک نہیں ہوگا (ت)

اور یہیں سے واضح ہوا کہ صورت کچھ واقع ہوئی ہو بھتیجیوں کو اصلاً کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اگر وارث یعنی بھائی نے اس وقف کو بحال حیات مورث خواہ بعد وفات مورث اور وصلیہ کو خاص بعد وفات جائز کیا، جب تو ایک سو چالیس روپے کے سوا باقی مال حسب تصرفات مورث وقف وصیت میں آگیا اور اگر ناجائز کیا تو ثلث وقف و وصیت کے لئے رہا، ثلث بھائی کا حق ہوا بھتیجے کسی مال میں حصہ نہیں پاسکتے، وھذا ظاہر جداء واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم (اور یہ خوب ظاہر ہے، اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ ت)

فصل چہارم

مسئلہ ۹۶ از لشکر گواہانہ ڈاکخانہ دربار مرسلہ مولوی نور الدین احمد صاحب ۲۶ شوال ۱۳۱۴ھ مخدوم و مطاع نیاز مند ان دام مجدکم پس از اظہار نیاز گزارش کہ ان دنوں بوجہ ضرورت ملازمان ریاست وادارہ وکلاً ایک رسالہ ترتیب دیا گیا ہے جس میں فرائض وصیت ہبہ، وقف، نکاح، ہمواد طلاق وغیرہ کا بیان ہے اور وہ رسالہ چھپ رہا ہے۔ ایک شبہ یہ پیدا ہوا ہے کہ آیا سوائے مادہ حقیقی دیگر زوجات اب اور سوائے جدہ حقیقی دیگر زوجات جد میراث پاتی ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں پاتیں تو درمختار اور فرائض شریعی وغیرہ میں جدہ کے آگے فصاعداً اور او اکثر سے کیا مراد ہے؟ اور تصحیح کی مثالوں میں دو تین ام اور ۳، ۴، ۶ یہاں تک کہ پندرہ جدات کس بنا پر درج ہیں؟ بالتفصیل اس کا جواب مطلوب ہے بجز ملاحظہ نیاز نامہ مرحمت ہو۔ نور الدین احمد عفی عنہ

الجواب

مولانا المکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آدمی کی ام وجہ وہی ہیں جن کے بطن کی طرف یہ منسوب ہو وہ اس کی اصل یہ ان کی فرع ہوئی باقی زوجات اب و جد ام

جذ نہیں، نہ ان کے لئے میراث سے کوئی حصہ، تصحیح کی مثالوں میں دو تین ام عامہ کتب میں ایک دوسرے کی طرف مضاف مراد ہیں کہ دوسرے تیسرے درجہ کی جدۃ اُمیہ ہوتیں یعنی ام الام نانی یا ام الام نانی کی ماں، نہ یہ کہ میت کی اپنی دو تین ماں۔ ہاں علمائے کرام نے تعدد ام و اب کی صورت بحالت تنازع قائم فرمائی ہے مثلاً چند عورتیں ایک بچہ کی نسبت مدعی ہوں ہر ایک کہے یہ میرا بیٹا ہے میرے بطن سے پیدا ہوا ہے اور اس کا حال معلوم نہ ہو، اور وہ سب مدعیات اپنے اپنے دعوے پر شہادت شرعیہ قائم کر دیں اور کسی کو دوسری پر کوئی ترجیح نہ ہو تو قاضی مجبوراً ان سب کی طرف اسے منتسب کر دے گا، اور جب وہ مرے اور یہ عورتیں باقی رہیں تو بحکم تنازع و عدم ترجیح سب ایک سدس یا ثلث میں کہ سهم مادر ہے شریک ہو جائیں گی۔ اسی طرح ایک شخص کے چند پدر اور ان کے تعدد کی ایک صورت ولد بیمار یہ مشترکہ کی ہے جبکہ سب شرکار دعویٰ کریں۔

عمر العیون کتاب الاقرار میں ہے :

لا یتحیل شرعا ان یکون للواحد ابوان
او ثلثة الى خمسة كما في الجارية
المشتركة اذا ادعاه الشركاء بل قد ثبت
نسباً واحداً المحر الاصيل من
الطرفین كما في اللقيط اذا ادعاه رجلان
حران کلا واحد منهما من امرأة حرة
كما في التتار خانیة

شرعی طور پر یہ محال نہیں کہ ایک شخص کے دو یا تین بلکہ بائیس تک باپ ہوں جیسا کہ مشترکہ لونڈی میں جبکہ شرکار اس کا دعویٰ کریں، بلکہ کبھی ایک اصلی حر کا نسب دونوں طرفوں سے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ گرے پڑے بچے کے بارے میں جب دو آزاد مرد دعویٰ کریں اور ان دونوں میں سے ہر ایک کسی آزاد عورت سے اس کی ولادت کا مدعی ہو، جیسا کہ تتار خانیہ میں ہے۔ (ت)

خانیہ کتاب الدعویٰ فصل فیما يتعلق بالشکاح میں ہے :

جارية بین رجلین او ثلثة او اکثر
ولدت ولدا فدعوه جميعا
ثبت النسب من الكل في قول ابی حنیفة

ایک لونڈی نے بچے جنا جو کہ دو یا تین یا اس سے زیادہ مردوں کی مملوکہ تھی اُن سب نے اس بچے کا دعویٰ کیا تو امام ابو حنیفہ، امام زفر

اور حسن بن زیاد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول میں
سب سے نسب ثابت ہوگا۔ اور امام ابو حنیفہ
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک روایت میں
منقول ہے کہ پانچ تک سے نسب ثابت
ہوگا زیادہ سے نہیں اور میں کہتا ہوں اس
قول نے یہ فائدہ دیا کہ عمر میں مذکور حد بندی
نا در روایت پر مبنی ہے جبکہ مذہب مطلق ہے (ت)

و زفر و الحسن بن زیاد رحمہم اللہ
تعالیٰ وعن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ فی روایۃ
یثبت من الخمسة لامن الزیادۃ الخ
اقول فاناد ان التحدید المذكور
فی الغنم مبتن علی روایۃ نادرۃ
والمذہب الاطلاق۔

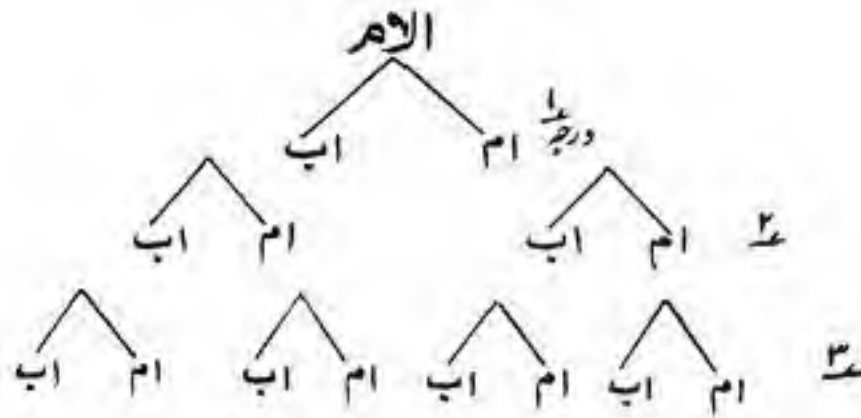
ہندیہ کتاب الدعوی میں محیط امام شمس الامامہ سرخسی سے ہے
قال ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مرجلان خارجان اقام کلوا احدا
(منہما) البینۃ انه ابنہ ولد علی فراشہ
من امرأۃ ہذہ جعل ابن الرجلین
والمرأتین الخ۔
امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ
دو غیر قابض مردوں میں سے ہر ایک نے
اس بات پر گواہ قائم کئے کہ یہ میرا بیٹا ہے
میرے فراموش پر میری اس بیوی سے پیدا ہوا ہے
تو اس کو ان دونوں مردوں اور دونوں عورتوں
کا بیٹا قرار دے دیا جائے گا الخ (ت)

اور جدۃ واقعی متعدد ہوتی ہیں کہ آدمی کی جدۃ ہر وہ عورت ہے جو اس کی اصل
ہو، اصل دو ہیں اب و ام، اور ان میں ہر ایک کے لئے دو اصلیں ہیں، تو یہ پہلا درجہ اصل الاصل
کا ہے جس میں چار اصلیں پائی گئیں دو مرد اور دو عورتیں، یہ دونوں عورتیں جدۃ ہیں ایک امیر یعنی
ماں کی طرف سے کہ ام الام یعنی نانی ہے اور دوسری ابو یہ باپ کی طرف سے کہ ام الاب یعنی
دادی ہے یہ دونوں جدۃ صحیحہ ہیں۔ پھر چاروں اصلوں میں ہر ایک کے لئے دو اصلیں ہیں تو دوسرے
درجہ میں آٹھ اصول ہوں گے چار مرد چار عورتیں، یہ چاروں عورات جدۃ ہیں، دو امیرہ ام اب الام
ام ام الام۔ اور دو ابو یہ ام اب الاب، ام الاب ابو یہ دونوں صحیحہ ہیں۔ اور امیرہ کی پہلی فاسدہ
دوسری صحیحہ۔ یونہی ہر درجہ میں جدات کا عدد دو ہوتا جائے گا۔ تیسرے درجہ میں آٹھ، چوتھے

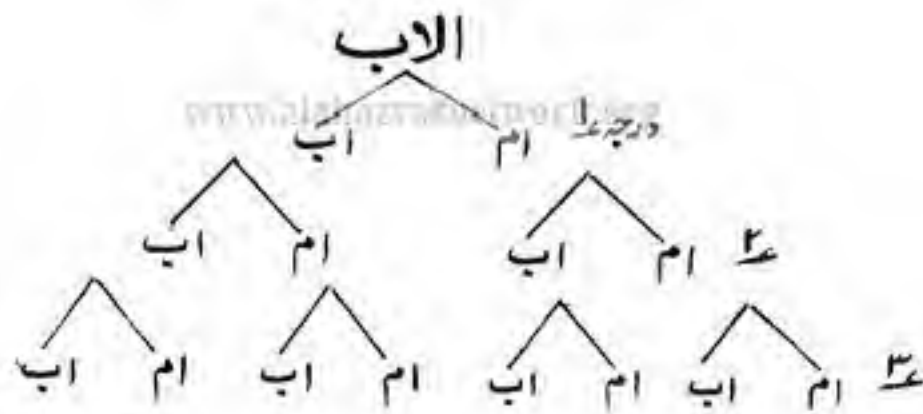
لہ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الدعوی۔ فصل فیما یتعلق بالنکاح الخ نوکشور لکھنؤ ۳/۳۹۶
لہ الفتاویٰ الہندیہ باب الرابع عشر الفصل الخامس الخ توراتی کتب خانہ کراچی ۴/۱۲۵

میں سولہ، پانچویں میں تیس^{۳۲}، وعلیٰ هذا القیاس تضاعیف بیوت شطرنج کی طرح یہاں تک کہ بیسویں درجہ میں دس لاکھ اڑتالیس ہزار پانچ سو چھتر جہہ ایک درجہ کی ہونگی نصف امیہ نصف ابویہ، اور ان میں صحیحہ کا شمار پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ امیات میں تو کسی درجہ میں ایک سے زائد جہہ صحیحہ نہ ہوگی کہ جہہ امیہ وہی صحیحہ ہے جس تک میت کے سلسلے میں سوا ام کے اب اصلاً نہ واقع ہوا اور ابویات ہر درجہ میں بشمار اس درجہ کے صحیحہ ہونگی باقی ساقطہ مثلاً پانچویں درجہ میں پانچ ابویہ ثابتہ ہیں گیارہ فاسدہ، اور دسویں میں دس صحیحہ پانچ سو دو ساقطہ وعلیٰ هذا القیاس کہ جہہ ابویہ میں جب تک جانب نزول صرف لفظ اب اور جانب صعود صرف لفظ ام ہے جہہ صحیحہ ہے اور جہاں دو ام کے بیچ میں لفظ اب آیا وہی فاسدہ ہو جائے گی پس جس قدر درجوں کی جدات صحیحہ یعنی ہوں اتنی ہی بار لفظ اب برابر برابر لکھا جائے اور اس کے اوپر ام لکھ دیجئے یہ سطر اول ہوتی جس کے شروع میں لفظ ام باقی اب ہے۔ سطر دوم میں ام کے قریب جو پہلا اب ہے اسے بھی ام سے بدل دیجئے کہ دو ام ہوں اور باقی اب اسی طرح ہر سطر سوم میں تین ام، چار میں چار یہاں تک کہ اخیر میں سب ام ہو جائیں۔ یہ سب جدات صحیحات ہونگی یا اخیر کی امیہ اور اوپر کی سب ابویہ اور طریق اس کا احضر ہونا ظاہر ہے کہ طریق اول میں جتنی جہہ بتائی ہوں بقدر ان کے مجذور کے لفظ اب و ام لکھنے ہونگے اور یہاں ان کی ضعف سے بھی ایک کم مثلاً ستو جہہ دکھانے کو اس طریق میں دس ہزار لفظ درکار ہونگے اور اس میں صرف ایک سو ننانوے^{۱۹۹} احضر یہ ہے کہ جتنے درجہ کی جہہ یعنی ہوں اتنی ہی بار زیر و بالا لفظ اب اور اسی قدر ان کے محاذی لفظ ام لکھ کر اخیر میں دونوں کے وسط پر ام لکھ دیجئے آبار و امہات کو دو خط مستقیم عمودی سے ملا دیجئے اور ام اخیرہ سے اس کے قریب کے اب و ام دونوں اور باقی ہر ام سے اس کے ایک درجہ اوپر کے اب تک خطوط محرفہ کھینچ دیجئے خط عمودی امہات مع ام اخیرہ جدیدہ امیہ کو بنالے گا اور باقی خطوط ابویات صحیحہ کو یہ سب بیانات ان چار نقشوں سے کالعیان ہو جائیں گے دو نقشہ اول میں جہاں لفظ ام بخط نسخ ہے وہ جہہ صحیحہ ہے باقی ساقطہ۔

نقشه اُمیات



نقشه ابویات



نقشه جدّات ثابتة ابویات و اُمیة درجه پنجم

اب	اب	اب	اب	اب	ام	۱
اب	اب	اب	اب	ام	ام	۲
اب	اب	اب	ام	ام	ام	۳
اب	اب	ام	ام	ام	ام	۴
اب	ام	ام	ام	ام	ام	۵
ام	ام	ام	ام	ام	ام	۶

نقشہ پانزدہ^{۱۵} جدہ صحیحہ کے امیہ چارڈہ^{۱۴} ابوہ بطریق حضرت کے درجہ چہار دم حاصل میشوند



اس تقریر سے فصاعدا اور اواکثر اور ایک درجہ میں پندرہ جدہ صحیحہ سب کے معنی منکشف ہو گئے، اور ظاہر ہوا کہ کچھ پندرہ پر حصر نہیں جس قدر چاہیں حاصل کر سکتے ہیں مثلاً پچیس جدہ صحیحہ ہیں درجہ نسبت و چہارم میں ملیں گی، اس درجہ کی کل جدات ایک کروڑ ستر سٹھ لاکھ ستتر ہزار دوسو سولہ (۱۶۷۷۲۱۶) میں سب ساقط مگر پچیس ایک امیہ اور چوبیس ابوہ کہ صحیحہ ہیں، یہ تمام بیان منیر فقیر نے عین وقت تحریر میں اپنے ذہن سے استخراج کیا پھر دیکھا تو ہند یہ میں

اختیار شرح مختار سے طریق اول نقل فرمایا واللہ الحمد واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل پنجم

۹۷۔ از کلکتہ مولوی امداد علی لین علیہ السلام مرسلہ مولوی عبدالعزیز صاحب بنگالی
مستفی طالب علم مدرسہ عالیہ کلکتہ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اندر میں کہ شخصے
بعضوریک زوجہ و سہ بنت و ثلثہ بنت لابن
و دو ابن ابن الاخ اموال گزاشتہ بیک
اجل را لبیک گفت پس ترکہ اش در میان
ورثہ مذکورین چگونہ منقسم خواہد شد بقول تو جہا
اس کا ترکہ مذکورہ وارثوں کے درمیان کس طرح تقسیم ہوگا؟ بیان کرو اجر پاؤ گے (ت)
۲۴۔ لھ ۵۰۴

زید

زوجہ - بنت - بنت - بنت - بنت الابن - بنت الابن - ابن ابن الاخ - ابن ابن الاخ
۶۳ ۱۱۲ ۱۱۲ ۱۱۲ ۱۵ ۱۵ ۱۵ ۳۰ ۳۰ ۳۰

جناب من! حدادب، پس از سلام
سنت خیر الانام عرض بخدام برتر
مقام میگزارم کہ بر صورت مرقوم بالا
دریں صوبہ بنگلہ اختلافات شتی رد داده
کہ بنت الابن یا ابن ابن الاخ عصبہ
تواند شد یا چہ بہ از دلائل رد المختار
و شریفیہ معلوم شد کہ بنات الابن
چنانچہ با برادر عینی خود عصبہ شوند
ہمبران نسق با بن عم خود ہم عصبہ
شوند و ایشاں ہم بنی عم ایں
زمان اند پس مستحق باقی مال زید تواند شد
میری سرکار! بے حدادب، اور تمام
مخلوق سے بہتر شخصیت کی سنت کے مطابق
بارگاہ عالی میں سلام عرض کرنے کے بعد
گزارش کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا صورت میں
صوبہ بنگال میں متعدد اختلاف رونما ہو چکے
ہیں کہ میت کی پوتی یا میت کے بھائی کا پوتا
عصبہ ہو سکتے ہیں یا کیا صورت ہے؟
رد المختار اور شریفیہ کے دلائل سے معلوم ہوا
کہ پوتیاں اپنے عینی بھائی کے ساتھ عصبہ
ہو جاتی ہیں، اسی طرح اپنے چچا کے بیٹے کے
ساتھ بھی عصبہ ہو جاتی ہیں۔ وہ بھی اس وقت

یا نہ برہرہ و تقدیر از کتب معتبرہ استدلال
نمودہ و جواب شافیش عنایت فرمودہ
رہن منت فرمایند بفرجائے آید کریمہ و تعاونوا
علی السب و التقوی ، ولا تکتوا الحق
زیادہ و السلام مع التعظیم والا کرام عرض
پرداز فدوی محمد عبدالعزیز عفی ساکن حال
کلکتہ - ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ -
مکرم کے ساتھ مزید سلام - درخواست گزار فدوی محمد عبدالعزیز اس سے درگزر فرمایا جائے
ساکن حال کلکتہ - ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ (د)

الجواب

مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ در
صورت مستفسرہ تصحیح از یک صد
و چہل و چارست و بنات الابن
مجبوبات بہ بنات و تقسیم چنان -
مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پوچھی گئی
صورت میں مسئلہ کی تصحیح ایک سو چالیس
(۱۴۴) سے ہوگی - پوتیاں بیٹیوں کی
موجودگی میں محروم ہونگی - اور تقسیم اس
طرح ہوگی :

مسئلہ ۲۴ لقمہ ۱۴۴

زید

زوجہ بنت	بنت	بنت	بنت	ابن ابن الاخ	ابن ابن الاخ	بنت الابن
۱۸	۳۲	۳۲	۳۲	۱۵	۱۵	م

بنت الابن

بنت الابن

اگر دلائل بکارست فاقول و یا اللہ
التوفیق ؛
اولا بنات الابن را عصبہ نتوان کرد
مگر ابن الابن و ان شل پس چوں باد و یا بیش
اگر دلائل درکار ہیں تو میں کہتا ہوں اور اللہ
تعالیٰ کی طرف سے ہی توفیق حاصل ہوتی ہے ؛
پہلی دلیل ؛ پوتیوں کو سوائے پوتے کے کوئی
عصبہ نہیں بنا سکتا اگرچہ وہ پوتا ان سے نچلے

درجے میں ہو۔ پس جب دو یا دو سے زائد میت
کی صلیبی بیٹیاں موجود ہوں تو پوتیاں بالکل کچھ
نہیں پاتیں سوائے ایک صورت کے کہ انکے
ساتھ یا ان کے نیچے کے درجے میں میت کے
بیٹے کی اولاد سے کوئی مرد موجود ہو۔ علامہ
ابو عبد اللہ محمد بن عبید اللہ غری تمز تاشی نے
در مختار کے متن تنویر الابصار میں فرمایا جب
بیٹیاں اپنا فرضی حصہ مکمل طور پر لے لیں تو
پوتیاں ساقط ہو جاتی ہیں سوائے اس کے
کہ ان کے برابر یا ان سے نیچے کے درجے کا
کوئی پوتا انھیں عصبہ بنا دے۔ علامہ ابراہیم
حلی ملتقی الابکر جو کہ مذہب کے قابل اعتماد متون
میں سے ہے میں فرماتے ہیں جب صلیبی بیٹیاں
دو تہائی مال مکمل طور پر لے لیں تو پوتیاں ساقط
ہو جاتی ہیں سوائے اس کے کہ ان کے برابر یا
ان کے نیچے کے درجے میں کوئی پوتا موجود ہو تو
وہ پوتا اپنے برابر ایوں کو اپنے سے اوپر ایوں کو کوئی فرضی
زہوں عصبہ بنا دیتا ہے اور اس پوتے سے نیچے
کے درجے والیاں ساقط ہو جاتی ہیں۔ علامہ
محمد بن حسین بن علی طوری بحر الرائق کے تکرار میں
فرماتے ہیں اگر میت کی دو بیٹیاں ہوں تو پوتیوں
کے لئے کچھ نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ ان پوتیوں

صلبیات باشند چیزے نیا بند مطلقاً مگر
صورت واحدہ کہ بالیشاں بافسد و تر
ازیں شان مرے از اولاد پسر میت
باشند۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبید اللہ غری تمز تاشی
در تنویر الابصار متن الدر المختار فرمود
اذا استكمل البنات فرضهن سقط
بنات الابن الا بتعصیب
ابن ابن موانا و نانا
علامہ ابراہیم حلی در ملتقی الابکر
کہ از متون معتبرہ فی المذہب
ست فرماید اذا استكمل بنات
الصلب الثلاثین سقط بنات
الابن الا ان یکون بخلاف
او اسفل منهن ابن ابن
فیعصب من بخلافه
ومن فوقه من لیست
بذات سهم و تسقط من
دونہ۔ علامہ محمد بن حسین بن
علی طوری در تکرار بحر الرائق فرماید
ان كانت للمیت
ابنتان فلا شیء
لبنت الابن الا ان یکون

فی درجتها و اسفل منها
ابن ابن قتیر عصبۃ
للہ پیدا است کہ ابن ابن الاخ ابن
الابن نیست پس از صورت استثنا
خارج باشد۔

ثانیاً نص ہیں در تعصیب بنات
بہ ابنا و اخوات بہ اخوة آمدہ است
و بس بنات و ابنائے ابن در بنات
و ابنائے میت داخل اند بالا جماع پس
تعصیب بنات ابن بہ ابنائے اخ بے دلیل
شرعی ست۔ علامہ شیخی زادہ رومی در
مجمع الانہر فرماید ان النص
الوارد فی صیرورة الاناث بالذکور
عصبۃ انما ہو فی موضعین
البنات بالبنین و الاخوات
بالاخوة۔

ثالثاً علماء جائیکہ عصبۃ بغیر من
را شمارند بنت الابن را بقید تعصیب
ابن الابن آرند در ہندیہ از حاوی القدسی
آورد عصبۃ بغیرہ وہی
کل انشی تصیر عصبۃ

کے درجے میں یا ان سے نیچے کے درجے میں
کوئی پوتا ہو تو وہ پوتیاں اس پوتے کی وجہ سے
عصبہ بن جائیں گی۔ ظاہر ہے کہ میت کے
بھائی کا پوتا میت کا پوتا نہیں ہے لہذا
وہ استثنا والی صورت سے خارج ہوگا۔
دوسری دلیل: نص تو فقط بیٹوں کے سبب
سے بیٹیوں کے اور بھائیوں کے سبب سے
بہنوں کے عصبہ بننے کے بارے میں آئی ہے
میت کے پوتے اور پوتیاں اس کے بیٹوں اور
بیٹیوں میں بالا جماع داخل ہیں۔ چنانچہ میت
کی بھتیجیوں کا اس کے بھتیجوں کے سبب سے
عصبہ بننا دلیل شرعی کے بغیر ہے۔ علامہ
شیخی زادہ رومی مجمع الانہر میں فرماتے ہیں
مذکور کے سبب سے مونث کے عصبہ ہو جانے
کے بارے میں نص دو جگہوں میں وارد ہے
(۱) بیٹیاں بیٹوں کے ساتھ (۲) بہنیں
بھائیوں کے ساتھ۔

تیسری دلیل: علماء کرام نے جس جگہ
عصبہ بغیرہ کو شمار کیا ہے پوتی کے ساتھ
یہ قید لائے ہیں کہ پوتا اس کو عصبہ بنائے۔
ہندیہ میں حاوی القدسی سے نقل کیا ہے
عصبہ بغیرہ ہر وہ مونث ہے جو اپنے برابر کے

بذکر یوازیہا و ہم اربعة
 البنات بالابن و بنت الابن
 بابن الابن والاخت لاب
 و ام باخیہا والاخت لاب باخیہا
 و رتین تنویر و شرح او در مختار ست
 تصیر عصبۃ بغیرہ البنات
 بالابن و بنات الابن بابن
 الابن و ان سفلو امام حسین بن
 محمد سمعی و خزانه المفتین فرباید
 الشافی و هو العصبۃ بغیرہ و
 و هو اربع من النساء یصرن
 عصبۃ باخوتھن فالبنات
 یصرن عصبۃ بالابن و بنات الابن
 بابن الابن والاخوات لاب و ام باخیہن
 والاخوات لاب باخیہن
 سابعاً غیر ابن و ابن الابن و ان سفل
 و اخ عینی یا علاقائی یصح ذکر راقوت
 تعصیب نیست تا آنکہ ابن الاخ یا عم
 و ابن العم ہم خواہر عینیہ خودش
 را عصبہ نتوان نمود - علامہ محمد بن علی
 دمشقی در ہمیں در مختار نہ نمود

مذکر کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہے۔ اور وہ
 چار عورتیں ہیں (۱) بیٹی بیٹے کے ساتھ
 (۲) پوتی پوتے کے ساتھ (۳) حقیقی بہن اپنے
 بھائی کے ساتھ (۴) علاقائی بہن اپنے بھائی
 کے ساتھ۔ متن تنویر اور اس کی شرح در مختار
 میں ہے: بیٹیاں بیٹے کے ساتھ اور پوتیاں
 پوتے کے ساتھ اگرچہ وہ نیچے تک ہوں عصبہ
 بغیرہ بن جاتی ہیں۔ امام حسین بن محمد سمعی
 خزانه المفتین میں فرماتے ہیں: عصبہ کی دوہری
 قسم عصبہ بغیرہ ہے، وہ چار عورتیں ہیں جو اپنے
 بھائیوں کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہیں، چنانچہ
 بیٹیاں بیٹے کے ساتھ، پوتیاں پوتے کے ساتھ،
 حقیقی بہنیں اپنے بھائی کے ساتھ، اور
 علاقائی بہنیں اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ
 بن جاتی ہیں۔

چوتھی دلیل: بیٹے، پوتے اگرچہ نیچے تک
 ہوں، حقیقی بھائی یا علاقائی بھائی کے سوا
 کوئی مذکر کسی کو عصبہ بنانے کی طاقت نہیں
 رکھتا یہاں تک کہ بھتیجا یا چچا یا چچا کا بھائی
 خود اپنی حقیقی بہنوں کو عصبہ نہیں بنا سکتے۔
 علامہ محمد بن علی دمشقی نے اسی در مختار میں فرمایا

۱۔ الفتاویٰ الہندیہ کتاب الفرائض الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵۱/۶
 ۲۔ الدر المختار شرح تنویر الابصار " فصل فی العصبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۳۵۴/۲
 ۳۔ خزانه المفتین " قلمی نسخہ ۲۰۲/۲

قال في السراجية ۛ

وليس ابن الاخ بالمعصب

من مثله اذ فوقه في النسب

بخلاف ابن الابن وان

سفل فانه يعصب من

مثله اذ فوقه ممن

لم تكن ذات سهم ويسقط من دونه ۛ

امام سماعی در خزانه المفتین متصل بعبارت

مذکورہ بالا فرماید والباقي العصبات

ينفرد بالميراث ذكورهم دون اخواتهم

وهم اربعة ايضا العم وابن العم وابن الاخ

وابن المعتق ۛ

خامساً اگر مراد بوقوع عظام

بمجازات بنات یا بالا یا فرد وقوع

او در ہمیں سلسلہ نسب مست کہ

نوعیت انتساب متبدل نگردد کما

هو الحق المبين بحزم و

یقین پس آنگاہ ابناء اخ

را خود مساعی نیست کہ ایں حیا سخن

در جز میت ست و او جز پدر میت

و اگر مراد اعم گیرند تا ابن ابن الاخ

کہ بمجازات درجہ بنت الابن ست

کہ سراجیہ میں کہا ہے :

بھتیجا عصبہ بنانے والا نہیں ہے۔ نہ اپنی

مثل کو نہ اس کو جو نسب میں اس سے اوچے ہے۔

بخلاف پوتے کے اگرچہ وہ نیچے تک ہو وہ اپنی

مثل اور اپنے سے اوپر والیوں کو عصبہ

بنادیتا ہے جبکہ وہ ذی فرض نہ ہوں۔ اور

اس سے نیچے والیاں ساقط ہو جاتی ہیں۔ امام

سماعی خزانه المفتین میں عبارت مذکورہ کے

متصل فرماتے ہیں : باقی عصبات وہ ہیں جن کے

مذکر تنہا میراث پاتے ہیں ان کی بہنیں میراث

نہیں پاتیں، وہ بھی چار ہیں : (۱) چچا (۲) چچا

کا بیٹا (۳) بھتیجا (۴) آزاد کرنے والے کا بیٹا۔

پانچویں دلیل : اگر بیٹیوں کے برابر یا اوپر

کے درجے میں یا نیچے کے درجے میں لڑکے

کے واقع ہونے سے مراد اُسی سلسلہ نسب

میں اس کا واقع ہونا ہے کہ انتساب کی

نوعیت میں تبدیلی نہ آئے جیسا کہ یہی حق ہے،

اور جرم و لقیں کے ساتھ ظاہر ہے، تو اس

صورت میں بھتیجوں کی یہاں کوئی گنجائش نہیں

کیونکہ گفتگو یہاں میت کی جزیں ہے جبکہ بھتیجا میت

کے باپ کی جزیں ہے۔ اور اگر اُس سے مراد

عام لی جائے تاکہ بھائی کا پوتا جو میت کی پوتی کے

اور اعصبتہ کند واجب شد کہ ابن الاخ
 کہ بالاترا از دست بنت الابن را از
 میراث افگند اگر چه در انجب
 صلبیہ هیچ نبود کہ سقوط سفلیات بغلام
 عالی عام و مطلق است از
 در مختار شنیدی و یسقط من
 دونہ و خود در مسئلہ تشبیب
 کہ لا شیء للسفلیات گفتہ
 اند فرض مسئلہ بے صلبیات است و
 خود پیدا است کہ چون کار تعصیب کشد
 اقرب حاجب البعد بود حالانکہ
 این معنی مخالف اجماع است
 حجب بنات الابن ہیں یہ ابن و دو
 صلبیہ نوشتہ اند نہ باین الاخ و علامہ
 انقہوی در حل المشكلات
 کہ خود او تاریخ تالیفش قد
 حل المشكلات فرمودہ
 است می نگارد اذا مات
 صاحب و ترک ابن اخ
 و زوجہ و بنت ابن
 فالمسئله من ثمانیۃ
 لان فیہا ثمنان و نصفان
 و ما بقی فالثلث من
 للزوجہ و النصف من
 لبنت الابن و ما بقی

مجازی (برابر درجے میں) ہے اسکو عصبہ
 بنادے تو ضروری ہوگا کہ بھائی کا بیٹا جو
 پوتے سے اوپر درجے میں ہے پوتی کو میراث
 سے خارج کر دے اگر چہ وہاں کوئی صلبی
 بیٹی موجود نہ ہو کیونکہ نچلے درجے والیوں کا
 اوپر کے درجے والے لڑکے کی وجہ سے
 ساقط ہو جانا عام اور مطلق ہے۔ در مختار
 سے توشن چکا ہے کہ لڑکا اپنے سے نچلے درجے
 والی کو ساقط کر دیتا ہے۔ خود مسئلہ تشبیب
 جس کو فرض ہی صلبی بیٹیوں سے خالی کیا گیا
 ہے میں کہا گیا ہے کہ نچلے درجے والیوں کو
 کچھ نہیں ملے گا۔ یہ خود ظاہر ہے کہ جہاں
 عصبہ بنائے گی کاروائی ہوتی ہے وہاں یہ
 والا دور والے کے لئے حاجب ہوتا ہے
 حالانکہ یہ معنی اجماع کے خلاف ہے۔ پوتیوں
 کا میراث سے محروم ہونا بیٹے اور دو صلبی
 بیٹیوں کی وجہ سے ہی مشائخ نے تحریر فرمایا ہے
 نہ کہ بھتیجے کی وجہ سے۔ علامہ انقہوی حل المشكلات
 میں لکھتے ہیں جس کی تاریخ تالیف خود انھوں نے
 قد حل المشكلات (تحقیق مشکلیں حل
 ہو گئیں) فرمائی ہے۔ جب کوئی مرد فوت ہو
 اور اس نے ایک بھتیجا، ایک بیوی اور ایک
 پوتی چھوڑی ہو تو مسئلہ آٹھ سے بنے گا کیونکہ
 اس مسئلہ میں آٹھواں حصہ، نصف اور بقیہ
 ہے چنانچہ آٹھواں حصہ بیوی کو، نصف پوتی کو

لابن الاخ^۱ الخ و فیہ مسائل
اخری من ہذا النوع۔

سادسا اگر ابن الاخ حاجب بود
اخ کہ اقرب از دست اولے با دست
و این ہم باطل ست باجماع و فی حل
المشکلات اذا مات رجل وترك
اخا و بنت ابن فالمسئلة من
اثین لاث فیہا نصف و ما بقی
فالنصف لبنت الابن و ما بقی
للاخ^۲

سابعاً این تعصیب اگر بودے نبوی
و شئی چوں وجود او مستلزم عدم او
باشد محال بود بیان ملازمیت^۳ آنکہ
در عصبات اصل مطرد آنست
کہ جزو میت مقدم بر جزو پدر
اوست پس ابن ابن الاخ اگر بنت
الابن را عصبة نمودی بنت الابن او را
محبوب فرمودے و چوں محبوب میشد تعصیب
کہ میکرد، فہذا اشغ لکونات
لم یکت وای محال
ابعد منه۔

ثامناً تعصیب محاذیہ مختص بوجود

اور بقیہ بھتیجے کو ملے گا الخ حل مشکلات میں
اس نوعیت کے دیگر مسائل بھی ہیں۔

چھٹی دلیل: اگر بھتیجا حاجب ہوتا ہے
تو بھائی جو کہ بھتیجے سے اقرب ہے وہ بدرجہ
اولیٰ حاجب بنے گا۔ اور یہ بھی بالاجماع باطل
ہے۔ حل مشکلات میں ہے جب کوئی مرد
ایک بھائی اور ایک پوتی چھوڑ کر فوت ہو جائے
تو مسئلہ دو سے بنے گا کیونکہ اس مسئلہ
میں نصف اور بقیہ ہے چنانچہ نصف پوتی کو
اور بقیہ بھائی کو ملے گا۔

ساتویں دلیل: یہ عصبة بنانا اگرچہ موجود
ہوتا تو معدوم ہوتا۔ اور جس شئی کا وجود اس
کے عدم کو چاہے وہ شئی محال ہوتی ہے۔
ملازمہ کا بیان یہ ہے عصبوں کے اندر یہ قاعدہ
کلیہ جاری ہے کہ میت کی جزو اس کے باپ
کی جزو پر مقدم ہوتی ہے۔ لہذا بھائی کا پوتا
اگر میت کی پوتی کو عصبة بناتا تو وہ پوتی اس کو
میراث سے محروم کر دیتی۔ اور جب وہ خود
محروم ہو جاتا تو عصبة کیونکر بناتا؟ یہ ایک ایسی
شئی ہے کہ اگر موجود ہو تو معدوم ہوگی۔ اور
اس سے بڑھ کر کون سا محال ہوگا؟

آٹھویں دلیل: کسی پوتے کا اپنی برابر والی

لہ حل مشکلات

لہ

دو صلیبہ نعیت بلکہ با یک صلیبہ و بے صلیبہ
 نیز حکم ہمیں ست فی رد المحتار
 لبنات ستة احوال ثلثة
 تتحقق في بنات الصلب
 و بنات الابن و هي النصف
 للمواحدة و الثلثان للاكثر
 و اذا كان معهن ذكر
 عصبتهن^۱ و سراجیه و شریفیه
 فرمايد العصبه بغیرہ اربع
 من النسوة البنت و بنت
 الابن و الاخت لاب و
 ام و الاخت لاب یصون عصبه
 باخوتهن^۲ اھ مختصراً۔ پس بر تقدیر
 تعصیب لازم آید کہ در مسئلہ زوج و
 بنت و بنت الابن و ابن ابن الاخ
 مسئلہ ازدواجہ باشد سہ بشوہ
 و شش بدختر و سہ باقی در عصبتهن للذکر
 مثل حظ الانثیین کہا ہو مصرح
 بہ فی جمیع الکتاب فی مسئلہ
 تعصیب بنت الابن بغلام
 معها و اسفل منها۔
 پس بنت الابن را یک باشد و

پوتیوں کو عصبہ بنانا دو صلیبی بیٹیوں کے موجود
 ہونے کے ساتھ مختص نہیں بلکہ ایک صلیبی بیٹی
 ہو یا کوئی صلیبی بیٹی نہ ہو تب بھی حکم یہی ہے۔
 رد المحتار میں ہے بیٹیوں کے چھ سال ہیں
 جن میں سے تین صلیبی بیٹیوں اور پوتیوں میں تحقق
 ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں اکیلی ہو تو نصف،
 ایک سے زائد ہوں تو دو تہائی، اور اگر ان
 کے ساتھ کوئی مذکر ہو تو وہ ان کو عصبہ
 بنائے گا۔ سراجیہ اور شریفیہ میں فرماتے ہیں
 عصبہ بغیرہ چار عورتیں ہیں: بیٹی، پوتی،
 عینی بہن اور علاقائی بہن۔ یہ اپنے بھائیوں
 کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہیں اھ اختصار۔
 پس عصبہ بنانے کی تقدیر پر لازم آتا ہے
 کہ خاوند، بیٹی، پوتی اور بھائی کا پوتا
 چھوڑنے کی صورت میں مسئلہ بارہ سے ہو
 جس میں سے تین خاوند کو، چھ بیٹی کو اور باقی
 تین دو عصبوں میں اس طرح تقسیم ہوں کہ
 مذکر کا حصہ دو مونثوں کے حصے کے برابر
 ہو، جیسا کہ برابر والے لڑکے یا نچلے و بچے
 والے لڑکے کی وجہ سے پوتیوں
 کے عصبہ بن جانے والے مسئلہ میں تمام
 کتابوں میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے چنانچہ

ابن ابن الاخ بلکہ ابن ابن ابن ابن الاخ
 ہر چہ فروتر روندہ را دو لیکن دریں مسئلہ
 اگر بجائے ادخ عینی گیرند امر منعکس میشود
 بنت الابن را دو باشد و برادر حقیقی را
 یک۔ فی حل المشكلات
 اذ ماتت امرأة و ترکت
 اخا و زوجا و بنت
 صلب و بنت ابن فالمسئلة
 من اثني عشر لان
 فیها سدسا و ربعا و نصفا
 و ما بقی فالسدس
 لبنت الابن و الربع للزوج
 و النصف لبنت الصلب
 و ما بقی للاخ یس
 استحقاق اخ کمتر از استحقاق ابن ابن
 ابن ابن خودش اگرچہ بصد درجہ
 پایان تر از دست این خود شبہ
 بالمحال ست۔

پوتی کو ایک حصہ ملے گا اور بھائی کے پوتے کو
 بلکہ بھائی
 کے پوتے کے پوتے کو جہاں تک نیچے چلا جائے
 دو حصے ملیں گے۔ لیکن اس مسئلہ میں بھائی کے
 پوتے کے بجائے اگر حقیقی بھائی کو فرض کریں تو
 معاملہ الٹ جاتا ہے۔ اس صورت میں پوتی
 کو دو اور حقیقی بھائی کو ایک حصہ ملتا ہے۔
 حل المشكلات میں ہے جب کوئی عورت
 فوت ہوئی اور اس نے ایک بھائی، خاوند،
 ایک صلیبی بیٹی اور ایک پوتی چھوڑی تو مسئلہ
 بارہ سے بنے گا۔ کیونکہ اس مسئلہ میں ایک
 چھٹا حصہ، ایک چوتھا حصہ، نصف اور
 بقیہ ہے۔ چنانچہ چھٹا حصہ پوتی کے لئے چوتھا
 حصہ خاوند کے لئے، نصف صلیبی بیٹی کے لئے
 اور بقیہ بھائی کے لئے ہوگا۔ تو اس طرح بھائی
 کا استحقاق اپنے پوتے کے پوتے کے استحقاق
 سے کمتر ہوگا اگرچہ بھائی کے پوتے کا پوتا بھائی
 سے سو درجہ نیچے ہو۔ یہ خود محال کے
 مشابہ ہے۔

نویں دلیل: بلکہ لازم آتا ہے کہ حقیقی بھائی
 محروم ہو جائے اور جو اس سے سو درجہ
 دور ہے وہ میراث پائے۔ خاوند، ماں،
 بیٹی، پوتی اور بھائی کے پوتے کے پوتے کا

تاسعاً بلکہ لازم آید کہ اخ عینی
 محروم باشد و اینکه بصد
 واسطہ دورتر از دست ارث یابد
 مسئلہ زوج و ام و بنت و بنت الابن و

ابن ابن ابن ابن الاخ ازد وازدہ
 شدہ بسی و شش تصحیح پذیرد نہ
 بشوهر و شش بمادر میخندہ بدختر و
 و دو باین پسر برادر و یک بدختر
 پسر و اگر جائے او خود برادر آید مسئلہ
 بسیزدہ عول کند و برادر عینی تہی دست
 رود ، اذلا شعث بعصبۃ مع
 العول ، اگر زاعی زعم فرماید کہ
 اخ نیز تعصیب بنت الابن نماید خود
 تھو ص صریحہ استقاط اعلی لسفلی را
 خلاف کردہ باشد ۔

عاشراً اگر ازیں ہمہ قطع نظر را کار
 فرمایم تا بر تقدیر تعمیم عظام بایں اینے
 اعمام دلیلے کہ بر مسئلہ آوردہ اند زینہار
 منطبق نباید و سخن بہ تناقض و تہافت
 گر اید کلام سید قدس سرہ شنیدن
 دارد کہ می فرماید ان بنات
 الابن اذا کانت بحذاثہن
 غلام سواء کانت اخاھن
 او ابن عمھن فانہ یعصبھن
 کما ان الابن الصلی
 یعصب البنات الصلیہ و
 ذلک لان الذکر من اولاد
 الابن یعصب الاناث اللاتی

مسئلہ بارہ سے بنے گا جس کی تصحیح چھتیس
 سے ہوگی ۔ نو حصے خاوند کو ، چھ ماں کو ،
 اٹھارہ بیٹی کو اور دو بھائی کے پوتے کو اور
 ایک پوتی کو ملے گا ۔ اور اگر بھائی کے پوتے
 کی جگہ خود بھائی آتا تو مسئلہ تیرہ کی طرف
 عول کرنا اور حقیقی بھائی خالی ہاتھ جاتا ،
 اس لئے کہ عول کے ہوتے ہوئے کچھ
 نہیں ملتا ۔ اگر کوئی گمان کرنے والا یہ گمان
 کرے کہ بھائی بھی پوتی کو عصبہ بناتا ہے
 تو وہ خود ان صریح تفصو ص کی خلاف ورزی
 کرنے والا ہو گا جن میں اوپر والے وارث
 کے نیچے والے کو ساقط کرنے کا بیان ہے ۔
 دسویں دلیل : اگر اس تمام سے قطع نظر
 کاروائی کریں تو غلام (لڑکے) کو عام مان کر
 چچا کے بیٹوں کو اس میں شامل کرنے کی صورت
 میں وہ دلیل جسے انھوں نے ذکر کیا ہے
 وہ مسئلہ پر منطبق نہیں ہوگی اور کلام ٹکراؤ
 کمزوری کی طرف مائل ہو جائے گا ۔ سید
 قدس سرہ کا کلام سننے کے لائق ہے ، فرماتے
 ہیں کہ پوتیوں کے برابر جب کوئی لڑکا ہو
 چاہے وہ ان کا بھائی ہو یا ان کے چچا کا
 بیٹا ہو تو وہ انھیں عصبہ بنا دیتا ہے جیسا
 کہ صلیبی بیٹا صلیبی بیٹیوں کو عصبہ بنا دیتا ہے
 اور یہ اس لئے ہے کہ میت کے بیٹے کی اولاد
 میں سے جو مذکر ہو وہ میت کی صلیبی اولاد

فی درجته اذالم یکن للمیت ولد
صلبی بالاتفاق فی استحقاق
جميع المال فکذا یعصمها فی استحقاق
الباقی من الثلثین مع الصلیتین
والیه ذهب عامة الصحابة
وعلیه جمهور العلماء وقال
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
لا یعصمہن بل الباقی کله
لابن الابن ولا شیء لبناتہ، اذ
الانشی انما تصیر عصبۃ بالذکر
اذا کانت ذات فرض عند
الانفراد عنہ کالبنات والاخوات
واما اذالم تکت كذلك
فلا تصیر به عصبۃ
کبنات الاخوة والاعمام مع
بنیہم واجیب بان بنت الابن
صاحبة فرض عند الانفراد
عن ابن الابن لکنها محجوبة
بالصلیتین ہہنا الا ترى انہا
تاخذ النصف عند عدم الصلیات
بخلاف بنات الاخ والعم
اذ لا فرض لہا عند الانفراد ہا
عن ابہما فلا تصیر عصبۃ بہ

نہ ہونے کی صورت میں اپنے درجے کی لڑکیوں
کو تمام مال کے استحقاق میں بالاتفاق عصبہ
بنا دیتا ہے اور یونہی دو صلیبی بیٹیوں کی موجودگی
میں دو تہائی سے بچ جانے والے مال کے استحقاق
میں انھیں عصبہ بنا دیتا ہے۔ عام صحابہ کرام
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اسی طرف گئے
ہیں، اور جمهور علماء کا بھی یہی موقف ہے۔ حضرت
عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا
کہ وہ پوتیوں کو عصبہ نہیں بناتا بلکہ باقی تمام
مال پوتے کے لئے ہوگا پوتیوں کو کچھ نہیں ملیگا۔
کیونکہ مذکور کے ساتھ مل کر مرث اسی صورت میں
عصبہ بنتی ہے جب وہ اس مذکور سے الگ ہو کر
ذی فرض ہوتی ہو جیسے بیٹیاں اور بہنیں۔ اور
اگر وہ اس طرح نہ ہو تو مذکور کے ساتھ مل کر عصبہ
نہیں بنتی جیسے بھائیوں اور چچوں کی بیٹیاں اُن
کے بیٹوں کے ساتھ۔ اور اس کا جواب یوں
دیا گیا ہے کہ پوتی پوتے سے الگ ہو کر ذی فرض
ہوتی ہے لیکن یہاں پر وہ دو صلیبی بیٹیوں کی
وجہ سے محروم ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ صلیبی
بیٹیوں کی عدم موجودگی میں پوتی نصف مال لیتی
ہے بخلاف بھائی اور چچا کی بیٹیوں کے کہ اُن
کے لئے ان دونوں کے بیٹوں سے الگ ہو کر
کوئی فرضی حصہ نہیں ہوتا لہذا بھائی اور چچا کی

ایں کلام از سرتاپا شاید عدل است
 کہ مراد بعنلام بہمان ذکرے از اولاد
 ابن ست کلام در بہمان ست و دلیل ہم
 بران و خلاف ابن مسعود ہم دران
 ورنہ ہیچکس قائل نیست کہ ابن ابن
 الاخ حاجب بنات ابن است و
 ہم در نفس سخن تصریح ست کہ ابن عم
 مرتبت عم خودش را تعصیب نتوان
 کرد۔ لاحبرم مراد بہ تعمیم سواء
 کانت اخاھن اوابن
 عمھن ہمیں قدرست کہ
 خواہ آن پسہر ہوں پسہر باشد
 کہ ایں دختر دختر او ست یا پسہر
 دیگر کہ عم ایں دختر بود نہ از بنی ائمہ
 ایں زنان باشد معصب ایناں بود
 اگرچہ از سلسلہ جزئیت میت
 بیرون بود ہذا مما لا یقول
 بہ احد ، بایں تقدیر
 بحمد اللہ حکم مسئلہ نیز نقش بکسی
 نشست و ہم بوضوح پیوست
 کہ کلام در مختار و شریفیہ صراحتہ
 راعنہم زعم زاعم ست نہ آنکہ
 بوفاقش حاکم ست باہر اگر
 بایں ہمہ با مقتنی نشوند تا تصریح
 از عالم تنقیح بشنوند ، علامہ

بیٹیاں ان کے بیٹے کے ساتھ مل کر عصبہ نہیں
 بنیں گی۔ یہ کلام سر سے لے کر پاؤں تک عادل
 گواہ ہے کہ غلام (لڑکے) سے مراد وہی مذکر
 ہے جو میت کے بیٹے کی اولاد میں سے ہو۔ گفتگو
 اُسی میں ہے دلیل بھی اسی پر ہے اور ابن مسعود
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اختلاف بھی اسی میں ہے
 ورنہ کوئی شخص اس بات کا قائل نہیں کہ بھائی
 کا پوتا میت کی پوتیوں کے لئے حاجب ہوتا
 ہے نیز نفس کلام میں تصریح موجود ہے کہ چچا
 کا بیٹا اپنے چچا کی بیٹی کو عصبہ نہیں بنا سکتا تو
 یقیناً اس تعلیم سے کہ چچا ہے وہ ان پوتیوں کا
 بھائی ہو یا ان کے چچا کا بیٹا مراد اسی قدر ہے
 کہ خواہ وہ اُسی بیٹے کے بیٹے کا بیٹا ہو جس کی
 یہ بیٹی ہے یا کسی دوسرے بیٹے کا بیٹا ہو جو
 اسی بیٹی کا چچا ہو۔ یہ مراد نہیں کہ ان عورتوں
 کے چچا کے بیٹے ان کو عصبہ بنانے والے
 ہوتے ہیں اگرچہ وہ میت کی جرہ کے سلسلہ سے
 باہر ہوں۔ یہ وہ بات ہے جس کا کوئی بھی قائل
 نہیں۔ اس تقدیر پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے
 ساتھ مسئلہ کا حکم بھی کرسی پر منقش ہو گیا نیز
 خوب وضاحت کے ساتھ راسخ ہو گیا کہ در مختار
 اور شریفیہ کا کلام گمان کرنے والے کے گمان
 کے صراحتہ خلاف ہے نہ کی اس کی موافقت
 کا حکم کرنے والا ہے۔ پھر اگر اس تمام کے
 باوجود ان کی تسلی نہ ہو حتیٰ کہ وہ کسی عالم کی واضح

شامی قدس سرہ السامی در عقود الدریہ
بشر ما ید سئل فی امرأۃ
ماتت عن بنتین وابن اخ
شقیق وعن بنتی ابن و
خلفت تركة کیف تقسم الجواب
للبنین الثلثان والباقی لابن
الاخ الشقیق وابن الاخ لا یعصب
اختہ ولا من ھما اعلیٰ منه
او اسفل فضلا عن کونہ
یعصب بنتی الابن ۵

ولیس ابن الاخ بالمعصب
من مثله او فوقہ فی النسب

نعم ابن الابن یعصب بنت الابن ^{اھ} مختصا
مسئلہ یکمال وضوحش از ایضاح بے نیاز
بود این مابہ اطناب چه شایست اما چه
توان کرد کہ بعد عرض وہم از الہ اش
ناگزیر مے بالیست ولما بلغنا
الی الدلیل الخامس وقفنا علی خاتمة
ھہنا صدرت من قلم العلامة
حامد آفندی فاکد ذلک عن منا علی
الاکناس۔ لینجلی الحق انجلاد
الاهلة اذا امیط عنھما
کل غیم وعلہ وبربتنا

تصریح صاف طور پر سن لیں۔ علامہ شامی قدس سرہ
السامی عقود الدریہ میں فرماتے ہیں۔ اُس عورت
کے بارے میں سوال کیا گیا جو دو بیٹیاں، حقیقی
بھائی کا ایک بیٹا اور دو پوتیاں چھوڑ کر فوت ہوئی
اس نے کچھ ترکہ چھوڑا وہ کیسے تقسیم کیا جائے گا؟
جواب: بیٹیوں کو دو تہائی ملے گا اور باقی حقیقی بھائی
کے بیٹے کو ملے گا۔ بھائی کا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ
نہیں بناتا اور نہ ہی اپنے سے اوپر کے درجے
والی کو یا نچلے درجے والی کو چہ جائیکہ وہ میت
کی پوتیوں کو عصبہ بنائے۔ اور بھتیجا عصبہ
بنانے والا نہیں ہے۔ نسب میں اپنی مثل کو
اور نہ اپنے سے اوپر والی کو۔ ہاں پوتا پوتی کو
عصبہ بناتا ہے ^{اھ} مختصا۔ مسئلہ کامل طور پر
واضح ہونے کی وجہ سے وضاحت کرنے سے مستغنی تھا۔
اس طویل بحث کی کیا ضرورت تھی، مگر کیا
کیا جاسکتا ہے کہ وہم کے عارض ہونے کے
بعد اس کا ازالہ ضرور ہونا چاہیے۔ جب ہم
پانچویں دلیل تک پہنچے تو ہم اس لغزش پر
آگاہ ہوئے جو یہاں پر علامہ حامد آفندی کے
قلم سے سرزد ہوئی۔ تو اس نے ہمارے عزم کو
مزید وضاحت کرنے پر مضبوط کیا تاکہ حق اس
طرح ہو جائے جس طرح بادل اور گر و غبار کے
دور کئے جانے کے بعد چاند روشن ہوتے ہیں۔

نخص الحمد كله والصلوة والسلام
على صاحب الملة محمد وآله وصحبه
والجمله آمين ، والله سبحانه وتعالى
اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم ۔

اور ہم اپنے رب کے لئے ہی تمام تعریفوں
کو مختص کرتے ہیں ، درود و سلام ہو صاحب
ملت پر جن کا نام نامی اسم گرامی محمد ہے اور
آپ کی آل پر اور صحابہ پر اور سب پر ، آمین !
والله سبحانه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم (ت)

فصل ششم

مسئلہ ۹۸ از کلکتہ مال کمیدن باغ نمبر ۳۱ مسجد مانک دفتری مرسلہ محمد عبدالکرم صاحب
۳ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

پس از پیش کشی قد مبوسی و ناصیه فرسانی
دست بسته معروض میدارد کہ از روئے
کرم فرمائی و مرحمت گسری درین مسئلہ مرسلہ
بہ تحقیق خود حکم فرمایند اگر حکم موافق مسطور
دست دید از روئے فیض رسانی بر جملہ
جہاں بر قرطاس مرقوم دستخط نموده فیض المرام
بخشد مسئلہ اینست کہ چہ مے فرمایند
علمای دین رحمکم اللہ تعالیٰ اندرین مسئلہ کہ
حق ارث بتقدوم زمان ساقط شود یا نہ ؟
یقیناً و توجہ و ۔

قدموں کو چومنے اور ان پر پیشانی رکھنے کی پیشکش
کے بعد دست بستہ گزارش ہے کہ کرم اور
مہربانی فرماتے ہوئے اس ارسال کردہ مسئلہ
میں اپنی تحقیق کے مطابق فیصلہ صادر فرمائیں
اگر جناب والا کا فیصلہ اس تحریر کے موافق ہو
تو تمام جہاں پر فیض رسانی کی رو سے تحریر کردہ
کاغذ پر دستخط کر کے حاجت بر آری فرمائیں۔
مسئلہ یہ ہے ، کیا فرماتے ہیں اے علماء دین
اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اس مسئلہ میں
کہ زیادہ عرصہ گزر جانے سے میراث کا حق
ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں ؟ بیان کرو احبہ
دئے جاؤ گے۔ (ت)

الجواب : میراث کا حق زیادہ عرصہ
گزر جانے سے ساقط نہیں ہوتا جیسا کہ
در مختار میں ہے ، اگر بادشاہ پندرہ سال کا
عرصہ گزر جانے کے بعد قاضی کو دعویٰ کی

الجواب : حق ارث بتقدوم زمان ساقط
نمی شود کما فی الدر المختار ، لو امر
السلطان بعدم سماع
الدعوی بعد خمس عشرة

سنة فسمعها لم ينفذ قلت فلا تسمع
الآن بعدها الا بامر الافي
الوقف والامرات ووجود عذر
شرعي وبه افق المفتي
ابوالسعود فليحفظ وفي رد المحتار
قال السيد الحموي في حاشية
الاشباه ان السلاطين
الآن يا صرورت قضاتهم
في جميع ولاياتهم ان
لا يسمعوا دعوى بعد
مضي خمس عشرة سنة
سوى الوقف والارث اهـ وكما
في رد المحتار عن الحامدية انه
كتب على ثلاثة اسئلة انه تسمع دعوى
الامرات ولا يمنعها طول المدة
وفي رد المحتار عن الاشباه وغيرها
ان الحق لا يسقط بتقادم
الزمان اهـ ولذا قال
في الاشباه ايضا ويجب
عليه سماعها اهـ اي يجب على
السلطان الذي نهى قضاته عن

سماعت نہ کرنے کا حکم دے۔ پھر قاضی اس
کی سماعت کرے تو وہ نافذ ہوگا۔ میں کہتا ہوں
اب بادشاہ کی طرف سے ممانعت کے بعد
اُس کے حکم کے بغیر سماعت نہیں کی جائے گی
سوائے وقف، میراث اور کسی عذر شرعی کے
پانے کے مفتی ابوالسعود نے یہی فتویٰ دیا ہے
اُس کو یاد رکھنا چاہئے۔ رد المحتار میں ہے
سید حموی نے الاشباه کے حاشیہ میں کہا
کہ اب بادشاہ اپنی تمام ولایتوں میں پندرہ
سال گزر جانے کے بعد وقف اور میراث کے
علاوہ دعویٰ کی سماعت کرنے سے قاضیوں کو
روک دیتے ہیں اھ جیسا کہ رد المحتار میں حامد
سے منقول ہے، انھوں نے تین مسئلوں کے
جواب میں لکھا کہ میراث کے دعویٰ کی سماعت
کی جائے گی اور مدت کا دراز ہونا اس سے
مانع نہیں ہوگا۔ رد المحتار میں اشباه وغیرہ
سے منقول ہے کہ زیادہ عرصہ گزر جانے کی وجہ
سے حق ساقط نہیں ہوتا اھ۔ اسی لئے
اشباه میں بھی کہا ہے کہ اس پر دعویٰ کی سماعت
واجب ہے اھ یعنی جس بادشاہ نے
پندرہ سال کا عرصہ گزرنے کے بعد اپنے

۸۱/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	لہ الدرا مختار کتاب القضاء فصل فی الحبس
۳۴۲/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	لہ رد المحتار
۳۴۳/۴	" " " " " "	لہ " " " " " "

سماع الدعوى بعد هذه المدة
ان يسمعها بنفسه او يامر
يسمعا عنها كذا لا يضيع حق
المدعى والظاهر ان
هذا حيث لم يظهر عن المدعى
امارة التزوير مخفی مباد که
روایات فقیہ کہ در باب عدم سماع
دعوى بعد از مرور پانزدہ سال
یا سی سال یا سی و سہ سال یا سی و
شش سال وارد مخصوص بصورتے
ست کہ دعوى متضمن بر علامت تزویر
یا حیلہ باشد چنانچہ از عبارات رد المحتار
و غیرہ مفہوم می شود و هذا حکم الكتاب
والله تعالى اعلم بالصواب واليه
المرجع والمآب -

الجواب

قاضیوں کو دعویٰ کی سماعت سے منع کیا ہے
خود اس پر واجب ہے کہ وہ بذات خود
دعویٰ کی سماعت کرے یا اس کی سماعت کا
حکم دے تاکہ مدعی کا حق ضائع نہ ہو۔ ظاہر
یہی ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب
مدعی کی طرف سے دھوکہ بازی کی کوئی علامت
ظاہر نہ ہو۔ پوشیدہ نہ رہے کہ پندرہ سال
تین سال، تینتیس سال یا چھتیس سال
گزرنے کے بعد دعویٰ کی سماعت نہ کرنے
سے متعلق فقہی روایات اس صورت کے ساتھ
مخصوص ہیں کہ دعویٰ دھوکہ دہی اور حیلہ سازی
کی علامات کو متضمن ہو جیسا کہ رد المحتار
و غیرہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ
کتاب کا حکم ہے، اللہ تعالیٰ خوب جانتا
ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر آنا ہے (ت)

اے اللہ حق اور درستگی کی ہدایت عطا فرما
اس جگہ دو مقام ہیں، مقام اول نفس الامر
اس کے حکم کی وضاحت یہ ہے کہ کوئی ثابت
حق جو کسی خاص وقت کے ساتھ مقید
نہ ہو چاہے میراث ہو یا کوئی اور مطلقاً
بالاتفاق زیادہ عرصہ کے گزرنے سے ہرگز
ساقط نہیں ہوتا، جیسا کہ جوہرہ اور اشباہ

اللهم هداية الحق والصواب
ایں جا دو مقام ست یکے نفس الامر
و ابانت حکمش ہمان ست کہ بیج حق ثابت
نامقید بوقتے خاص ارث باشد
خواہ غیر او مطلقاً اجماعاً بتقدم
زمان زہار ساقط نشود
چنانکہ در جوہرہ و اشباہ و غیرہما

و غیرہ میں منصوص ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے خود قرآنی آیات، احادیث اور یہ اجماعی عقیدہ کافی ہے کہ قیامت کے دن حقوق العباد سے متعلق ظلم اور زیادتیوں کا بدلہ دلویا جائے گا اگر مہتوں کے گزرنے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک حق ساقط ہو جاتا تو قیامت کے دن بدلہ دلوانے اور حقوق العباد کے مطالبے نیکیوں کے بدلے اور گناہوں کے بدلے کا قانون جاری ہوتا کیونکہ کسی بننے کا دوسرے پر کوئی حق نہ رہتا اگرچہ حدود الہیہ میں تعدی کرنے سے حقوق اللہ کے بارے میں ظالم سے مواخذہ ہوتا اور یہ بھی بالاتفاق باطل ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظالم جتنا عرصہ ظلم پر قائم رہتا ہے زیادہ ظالم ہوتا جاتا ہے، ایسا نہیں ہے کہ زیادہ دنوں کا گزرنا ظلم کو اٹھادے اور حق کو ناحق کے ساتھ ملا دے۔

مقام دوم قاضی کی کچہری میں دعویٰ کی سماعت۔ اس میں بھی محض زیادہ زمانے کا گزرنا اپنی ذات کے اعتبار سے بالکل اس لائق نہیں کہ سماعت دعویٰ کی ممانعت کا باعث بنے، چاہے میراث کا دعویٰ ہو یا اس کے علاوہ کسی بھی شے کا۔ بلکہ ممانعت دو وجوہوں سے پیدا ہوتی ہے، وجہ اول دھوکہ دہی کا دروازہ بند کرنا اور فاسد لالچوں کا خاتمہ کرنا۔ یہ حکم فقہاء کرام اور مشہور ائمہ عظام کا اجتہادی حکم ہے۔ جیسا کہ مذہب کے

منصوص شدہ و خود در ثبوت او آیات و احادیث و عقیدہ اجماعیہ مجازات یوم الدین بر مظالم و تبعات بسندہ است اگر عند اللہ مبرور و مہور حق ساقط شدے روز جزا جبریاں مجازات و مطالبہ تبعات و مبادلہ حسنات و وضع سیئات بمیان نیامدے کہ بسندہ را بر بسندہ حقے نمائندہ گواہ روئے تعدی حدود الہیہ ظالم مطالب بحقوق الہیہ باشد هذا باطل اجماعاً بلکہ عند اللہ ہر چند ظالم ظلم متہادی رود و ظالم تر شود نہ آنکہ تمام ایام ظلم برخیزد و حق بنا حق آمیزد۔

دوم سماع دعویٰ بدار القضا۔ اینجا نیز نفس مرور زمان فی حدود ذاتہ اصلاً جمع با ثبات منع نیرزد نہ در ارث و نہ در غیر آں کاستنا ما کان بلکہ منع از دو جہت خمیزد یکے سد باب تزویر و قطع اطلاع فاسدہ اس حکم حکم اجتہادی فقہائے کرام و ائمہ اعلام ست و متون و شروح و فتاوائے بد مذہب با و ناطق وارث و غیر ارث

ہمہ دروکیساں و متوافی و عند تحقیق متقید
 نیست بہج مدتہ ممدود و عدتہ معدود
 صورتش آنست کہ مثلاً زید را دارے ست
 کہ شہرا را یا ارثا یا بہج و حبہ از وجوہ
 تملک نزد اوست و او زمانہ در و تصرفات
 مالکانہ مے کرد و عمر و عاقل و بالغ
 ہمدراں شہر ساکن و بر آں تصرفات
 آگاہ بود و موانع ارجماع دعوی
 یکسر مفقود حالاً خود او یا وارث او
 بر می خیزد و نزاع مے انگیزد
 و گردن دعوی بر می زند کہ ایں خانہ
 (خانہ) ازاں مفست زینہار نشند
 گو دعوی از جہت ارث یا شس زیر
 کہ سکوت تامدتہ صالحہ با وصف
 انعدام موانع و وجود مقتضی اعنی اطلاع
 بر تصرفات مالکانہ زید قرینہ واضحہ
 است برانکہ دار و دار زید ست و دعوی
 عمر و از راہ کید لا حبرم آں سکوت
 را در رنگ افتہار او بملک زید
 فرا گرفتہ مانع دعوی دانند آنچنانکہ
 اگر صراحتہ مفست شدہ کہ دار ازاں
 زید ست و باز بے توفیق معقول و قابل
 قبول بدعوی برخاستہ تناقض گریبان شس
 گرفتہ و دعوی پیش نہ رفتہ گندا
 ہذا و پیدا ست کہ در ایں باب

متون، شروع اور فتاویٰ اس پر شاہد ہیں۔ میراث
 اور غیر میراث اس حکم میں برابر ہیں۔ تحقیق کی رو سے
 یہ حکم کسی لمبی مدت اور خاص عرصے کے ساتھ مقید و
 مشروط نہیں ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ زید
 کا ایک گھر ہے جو اس نے خریدا یا میراث میں
 پایا یا ملکیت کی وجوہ میں سے کسی اور وجہ سے
 اس کے پاس ہے، وہ اس میں ایک عرصے
 تک مالکانہ تصرفات کرتا رہا۔ عمر و جو کہ عاقل و
 بالغ اور اُسی شہر میں رہائش پذیر تھا زید کے
 تصرفات پر آگاہ تھا۔ دعویٰ کرنے میں کوئی رکاوٹ
 بالکل موجود نہ تھی (اس کے باوجود وہ چپ
 رہا) اب عمر و خود یا اس کا کوئی وارث اٹھ کر
 جھگڑا پیدا کرتا ہے اور گردن دعویٰ بلند کرتے
 ہوئے کہتا ہے کہ یہ گھر میراث ہے تو یہ دعویٰ ہرگز
 قابل سماعت نہیں اگرچہ میراث کی جہت سے
 دعویٰ ہو اس لئے کہ دعویٰ کی صلاحیت رکھنے
 والی مدت میں چپ رہنا جبکہ دعویٰ میں کوئی
 رکاوٹ موجود نہ تھی اور دعویٰ کا مقتضی بھی
 موجود تھا یعنی زید کے مالکانہ تصرفات سے
 آگاہی، یہ واضح قرینہ ہے کہ گھر زید کا ہے اور
 عمر و کا دعویٰ بطور مکر ہے۔ یقیناً اسکی خاموشی
 کو زید کی ملکیت کا اقرار قرار دیتے ہوئے
 مشائخ کرام دعویٰ سے مانع سمجھتے ہیں، جس
 طرح کہ اگر وہ صراحتہ اقرار کرتا کہ یہ گھر زید کا ہے
 پھر کسی معقول اور قابل قبول توجیہ کے بغیر اس

ادعائے ارث وغیرہ ارث ہمدیکان
 ست اللهم مگر آنجب کہ زید معتبر
 باشد بآنکہ دار ملک مورث عمرو بودہ است
 ومن از و شرأء یا ہبۃ گرفتہ ام
 آنگاہ امر دعوی بازگو نہ کرد زید مدعی شود
 و عمرو مدعا علیہ و تصرفات زید تا زلف
 مدید سودش نکند کہ دعوی را بینہ باید نہ مجرد
 تصرفات - کما لا يخفى علی
 اهل التصرف - دو صہ نہی سلطان
 اسلام ، این ست آنچہ در ارث
 وغیرہ ارث متخالف شود و کار بر تحدید
 مدت از پیشگاہ سلطنت قرار گیرد
 بے نظر بعد در تصرف و اطلاع
 مدعی و عدم موانع و ظہور تزییر وغیرہ
 ذلک ، سر این کار آنست کہ ولایت
 قضاء استفاد از جہت سلطان و
 قضا بزمان و مکان و اشخاص و اشیاء
 ہر چہ سلطان موتی یا آن تخصیص فرماید
 تخصیص پزیرد پس اگر سلطان اسلام
 اعز اللہ نصیرہ قضاء خود را بعد
 مدت معینہ مثلاً پانزدہ سال یا ماہ یا
 فرضا دوسہ روز از سماع دعوی
 نہی کند قاضیان بعد آن زمان در حق
 آن دعوی معزول باشند سماع
 نا مقبول دریں اختلاف استثنائے

گھر پر دعوی کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا تو ٹکراؤ اس
 کا گریبان پکڑ لیتا اور اس کے دعوی میں پیشرفت
 نہ ہوتی اور یہ بھی ایسے ہی ہے - ظاہر ہے کہ
 اس باب میں میراث اور غیر میراث کا دعوی
 سب برابر ہیں - اے اللہ ! مگر اس صورت
 میں کہ زید اس بات کا اقرار کرتا ہو کہ یہ گھر
 عمرو کے مورث کی ملکیت میں تھا میں نے اس
 سے خرید لیا یا بطور ہبہ حاصل کیا ہے تو اس
 وقت دعوی کا معاملہ الٹ ہو جائے گا کہ زید
 مدعی اور عمرو مدعا علیہ بن جائے گا ، اور
 عرصہ دراز تک زید کا اس میں تصرفات کرنا
 اس کو فائدہ نہیں دے گا - کیونکہ دعوی کیلئے
 گواہ درکار ہیں نہ کہ محض تصرفات - جیسا کہ
 اہل تصرف پر پوشیدہ نہیں ہے —
 وجہ دوم بادشاہ اسلام کا منع کرنا - یہ
 ہے وہ صورت جس میں میراث اور غیر میراث
 مختلف ہوتے ہیں - اس میں کاروائی مدت
 کی حد بندی پر سلطنت کی طرف سے قرار پاتی
 ہے - اس میں تصرف کا صادر ہونا ، مدعی کا
 آگاہ ہونا ، رکادٹوں کا موجود نہ ہونا اور
 دھوکہ دہی کا ظاہر ہونا وغیرہ امور ملحوظ نہیں
 ہوتے - اس کاروائی کا راز یہ ہے کہ قاضیوں
 کی ولایت بادشاہ کی طرف سے حاصل شدہ
 ہے اور قضا زمانے ، مکان ، اشخاص اور
 دیگر جن اشیاء کے ساتھ بادشاہ خاص کر دے

خاص ہو جاتی ہے ، لہذا اگر بادشاہ اسلام اللہ تعالیٰ اس کی نصرت کو غالب کرے اپنے قاضیوں کو ایک خاص مدت جیسے پندرہ سال یا پندرہ مہینے یا بالعرض دو تین دن کے بعد دعویٰ کی سماعت سے منع کر دے تو قاضی صاحبان اس مدت کے بعد ان دعووں کے حق میں معذول ہو جاتے ہیں اور ان کی طرف سے دعویٰ کی سماعت نامقبول ہوتی ہے

اس مسئلہ میں میراث ، وقف ، مالِ یتیم اور مالِ غائب وغیرہ میں کُل یا بعض کے استثناء یا مطلقاً عدم استثناء کا اختلاف اسی وجہ سے ہے کہ ہر دور کے بادشاہ نے جس کو مطلق رکھا علمائے نے بھی اس کو مطلق رکھا اور بادشاہ نے جسے مستثنیٰ کر دیا علمائے نے بھی اسے مستثنیٰ کر دیا کیونکہ یہاں کاروائی فقط بادشاہ کی زبان پر ہے۔ اس بیان سے خوب وضاحت ہو گئی کہ اس وادی میں میراث اور غیر میراث برابر ہیں یہاں تک کہ اگر بادشاہ مثال کے طور پر ایک سال کے بعد اپنے قاضیوں کو خاص دعویٰ میراث کی سماعت سے منع کر دے تو خاص اُسی دعویٰ میراث کی ممانعت ہوگی اس کے علاوہ دیگر دعووں کی

وقف و ارث و مالِ یتیم و غائب وغیرہ ذلک ہمہ یا بعض یا مطلقاً عدم استثناء از ہمیں جہت داشتہ است سلطان ہر زبان آنکہ مطلق داشت علماء مطلق گزاشتند و آنکہ استثناء کرد استثناء فرمودند کہ اینجا کار بر زبان شہر یا رست و بس ازیں بیان بوضوح پیوست کہ دریں وادی نیز ارث و غنیرہ او ہمہ متساوی الاقدام است تا آنکہ اگر سلطان قضاۃ خود را بعد یک سال مثلاً خاص از سماع دعویٰ ارث منع فرماید بالخصوص ہمیں دعویٰ ارث نامسموع باشد و غنیرہ او مسموع و العکس بالعکس این است دریں مقام تحقیق ایتق و باللہ التوفیق سخن دریں باب در کتاب القضاۃ والدعاوی از فتاویٰ خودم قدرے دراز راندہ ام اینجا برخیز عجارا تے چند قناعت و رزیدن بر از راہ اسباب و اظہاب گزیدن در فتاویٰ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبید اللہ غری تمز تاشی مصنف تنویر الابصار رست شل عن رجل له بیت فی دار لیکنہ مدۃ تزید علی ثلث سنوات ولہ جار بجانبہ والرجل المذكور یتصرف فی البیت المذکور بناء و عمارۃ مع اطلاع جارہ علی تصرفہ فی المدۃ المذكورۃ فہل اذا ادعی البیت بعد

ما ذکر تسمع دعواہ ام لا -
 احباب لا تسمع دعواہ
 علو ما علیہ الفتویٰ -
 ورفاوی علامہ خیر الدین رملی استاذ
 صاحب در مختار است سئل
 فی رجل اشترى من
 اخر ستة اذراع من ارض
 بید البائع وبخی بہا
 بناء وتصرف فیہ ثم بعدہ
 ادعى رجل علی الباخی
 المذکور ان له ثلثۃ
 قراریط ونصف قیراط فی
 المبیع المذکور امرًا ثا عن
 امہ والحال ان امہ
 تنظر یتصرف بالبناء والانتفاع
 المذکور یت هل له
 ذلک ام لا - احباب لا تسمع
 دعواہ لان علمائنا نصوا
 فی متونہم وشروحہم
 وفتاواہم ان تصرف
 المشترى فی المبیع مع
 اطلاع الخصم ولو کان
 اجنبیا بنحو البناء والغرس
 والذرع یمنعہ من

سماعت ہو سکے گی اور اگر بادشاہ اس کے
 برعکس حکم دے تو مسئلہ کی صورت بھی
 برعکس ہو جائے گی۔ اس مقام پر یہ نفیس
 تحقیق ہے اور توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے
 ہوتی ہے۔ اس مسئلے سے متعلق میں نے اپنے
 فتاویٰ کی کتاب القضاء اور کتاب الدعای
 میں قدرے تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ اور
 یہاں پر بطور خلاصہ چند عبارتوں پر قناعت
 اختیار کرنا طوالت کا راستہ اپنانے سے بہتر
 ہے۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبید اللہ غزی ترمذی
 مصنف تنویر الابصار کے فتاویٰ میں ہے کہ
 ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا
 جس کے پاس کسی گھر کا ایک کمرہ ہے جس میں
 رہتے ہوئے اس کو تین سال سے زائد عرصہ
 ہو چکا ہے۔ اس گھر کی ایک جانب شخص مذکور
 کا ایک پڑوسی رہتا ہے اور شخص مذکور اس
 کمرے میں جس کا ذکر گزر چکا ہے عمارت و
 تعمیر وغیرہ کا تصرف تین سالہ مدت میں
 کرتا رہا جس پر اس کا پڑوسی آگاہ تھا۔ کیا
 مدت مذکورہ کے بعد اگر وہ پڑوسی اس کمرے
 پر دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ سنا جائے گا
 یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا مفتی بر قول کے
 مطابق اس کا دعویٰ نہیں سنا جائے گا۔
 صاحب در مختار کے استاد علامہ خیر الدین رملی کے

سَمَاعِ الدَّعْوَى - قَالَ صَاحِبُ
الْمَنْظُومَةِ اتَّفَقَ اسْمَاؤُنَا
عَلَى أَنَّهُ لَا تَسْمَعُ دَعْوَاهُ
وَيَجْعَلُ سَكُوتَهُ رَاضَا
لِلْبَيْعِ قَطْعًا لِلتَّزْوِيرِ
وَالْإِطْمَاعِ وَالْحِيلِ وَ
التَّلْبِيسِ وَجَعَلَ الْحُضُورُ وَ
تَرْكُ الْمُنَازَعَةِ أَقْدَارًا
بِأَنَّهُ مُلْكُ الْبَائِثِ عَلَيْهِ
هَمْدُ رَأْسِ سَثَلٍ فِيمَا
إِذَا ادَّعَى خَرِيدٌ عَلَى عَمْرٍو
مَحْدُودًا أَنَّهُ مُلْكُهُ
وَرَأْيُهُ عَنِ الْإِدَّةِ
فَاجَابَ بِهِ الْمَدْعَى عَلَيْهِ
أَنِّي أَشْتَرِيْتَهُ مِنْ
وَالِدِكَ وَعَتَاكَ وَ أُنْفِ
ذَوِيْدَ عَلَيْهِ مِنْ
مَدَّةِ تَزْيِيدٍ عَلَى
أَرْبَعِينَ سَنَةً وَأَنْتَ
مَقِيمٌ مَعِيَ فِي بَلَدَةٍ
سَاكِنٌ مِنْ غَيْرِ عَذْرٍ
يَمْنَعُكَ عَنِ الدَّعْوَى
هَلْ يَكُونُ ذَلِكَ

فتاویٰ میں ہے ایک ایسے شخص کے بارے
میں سوال کیا گیا جس نے بائع کے زیر قبضہ
زمین میں سے چھ ہاتھ زمین خرید کر اس کو
تعمیر کیا اور اس میں تصرف کیا، پھر بعد ازاں
ایک شخص نے تعمیر کرنے والے شخص مذکور پر
دعویٰ کر دیا کہ اس فروخت شدہ زمین میں
ساڑھے تین قیراط میرے ہیں جو مجھے ماں کی
میراث سے ملے ہیں حالانکہ اس کی ماں
عمارت بنانے اور انتفاع مذکور کے تصرف
کو دیکھتی رہی۔ کیا اس کو ایسا کرنے کا حق
ہے یا نہیں؟ تو آپ نے جواب دیا اس کا
دعویٰ نہیں سنا جائے گا کیونکہ ہمارے علماء
نے اپنے متون، شروح اور فتاویٰ میں نص
فرمائی ہے کہ خصم کے مطلع ہوتے ہوئے بیع
میں مشتری کا تصرف اگرچہ وہ اجنبی ہو جیسے
عمارت بنانا، درخت لگانا اور کھیتی باڑی
کرنا اس کے دعویٰ کی سماعت سے مانع ہوتا
ہے۔ صاحب منظومہ نے کہا ہمارے اساتذہ
اس پر متفق ہیں کہ اس کا دعویٰ نہیں سنا جائیگا
اور دھوکہ دہی، لالچ، جیلے اور فریب کے
خاتمہ کے لئے اس کی خاموشی کو بیع کے ساتھ
رضا مندی قرار دیا جائے گا۔ اُس کی بوقتِ بیع
وہاں موجودگی اور منازعت کے ترک کرنے کو

من باب الاقرار بالتلف
من مورثیه احباب نعم
دعوى تلقى الملك من
المورث اقرار بالملك
له ودعوى الانتقال منه
اليه فيحتاج المدعى
عليه الم بينة وصار
المدعى عليه مداعيا
وكل مدعى يحتاج الم
بينه ينوئ بها دعواه
ولا ينفعه وضع اليد
المدة المذكورة مع الاقرار
المذكور وليس من باب ترك
الدعوى بل من باب المواخذة
بالاقرار ومن اقرب شئ
لغيره اخذ باقراره ولو
كان في يده احقاب
كثيرة لاتعد وهذا ما لا
يتوقف فيه.

اس بات کا اقرار قرار دیا جائے گا کہ وہ بائع
کی ملک ہے۔ اسی میں ہے اس صورت کے
بارے میں سوال کیا گیا جب زید نے عمرو پر
ایک احاطہ سے متعلق دعویٰ کیا کہ یہ اُس کا ہے
جو اسے اپنے والد سے بطور میراث ملا ہے۔
مدعی علیہ (عمرو) نے جواب دیا کہ میں نے یہ
احاطہ تمہارے والد اور چچا سے خرید اتفاقاً
اور چالیس سال سے زائد عرصہ ہوا کہ میں اس
پر قابض ہوں جبکہ تم میرے ساتھ اسی شہر
میں رہائش پذیر ہونے کے باوجود اب تک
دعویٰ سے خاموش رہے ہو حالانکہ کوئی
عذر موجود نہ تھا جو تجھے دعویٰ سے روکتا۔
کیا یہ عمرو کی طرف سے اس احاطہ کو زید
کے مورث (ناپ اور چچے) سے حاصل
کرنے کا اقرار ہوگا؟ تو آپ نے جواب دیا
کہ ہاں مورث سے ملک حاصل کرنے کا
دعویٰ، مورث کی ملکیت کا اقرار اور اس
سے مقر کی طرف ملکیت کے منتقل ہونے کا دعویٰ
ہے۔ چنانچہ مدعی علیہ گواہ پیش کرنے کا محتاج

ہوگا۔ اس صورت میں مدعی علیہ مدعی بن جائیگا۔ اور ہر مدعی ایسے گواہ پیش کرنے کا محتاج ہوتا ہے
جس سے اس کا دعویٰ ثابت ہو۔ مذکورہ بالا اقرار کے ہوتے ہوئے مدت مذکورہ تک عمرو کا
قابض رہنا اس کو کچھ نفع نہ دے گا۔ یہ ترک دعویٰ کے باب سے نہیں بلکہ اقرار کی وجہ سے
مواخذہ کے باب سے ہے۔ جو شخص دوسرے کے لئے کسی شئی کے بارے میں اقرار کر لے

تو وہ اپنے اقرار کے سبب سے پکڑا جائے گا اگرچہ وہ شہسی سا لہا سال سے اس کے قبضہ میں ہو۔ اس مسئلہ میں توقف نہیں کیا جائے گا۔ (ت)

در عقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحمادیہ
سیت رجل تصرف من مائتا فی ارض
ورجل اخر مائة الارض
والتصرف ولم یبدع و مات علی
ذلك لم تسمع بعد ذلك دعوی
ولده اه و لم یقید و بامدة
كما تری لان ما یمنع صحة
دعوی المورث یمنع صحة
دعوی الوارث ثم البیع
غیر قید بل مجرد الاطلاع
علی التصرف مانع من
الدعوی و لیس مبنیاً
علی المنع السلطانی
بل هو حکم اجتہادی نص
علیه الفقہاء كما رأیت ملقطاً
ہمدانست سئل فی رجل
یرید الدعوی علی زید بمیراث
امہ المتوفاة من اکثر من
خمس عشرة سنة و زید یجحد
ومضت هذه المدة من بلوغه

عقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحمادیہ میں ہے
کہ ایک شخص نے کچھ عرصہ تک ایک زمین میں
تصرف کیا اور ایک دوسرا شخص اس کو زمین میں
تصرف کرتے ہوئے دیکھتا رہا اور دعویٰ نہیں کیا
اور اسی حالت میں وہ فوت ہو گیا تو اب اس کی
اولاد کا دعویٰ نہیں سنا جائے گا اہ مشائخ نے
اس حکم کو کسی مدت کے ساتھ مقید نہیں کیا جیسا
کہ تو دیکھ رہا ہے۔ اور جو شہسی مورث کے
دعویٰ کی صحت سے مانع ہو وہ وارث کے
دعویٰ کی صحت سے بھی مانع ہوتی ہے۔ پھر بیع
کی کوئی قید نہیں بلکہ محض تصرف پر مطلع ہونا دعویٰ
سے مانع ہے اور یہ حکم بادشاہ کی طرف سے
ممانعت پر مبنی نہیں ہے بلکہ یہ اجتہادی حکم
ہے جس پر فقہائے نص فرمائی ہے جیسا کہ
میں نے دیکھا ہے۔ اسی میں ہے کہ ایسے
شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو زید پر
اپنی ماں کی میراث کا دعویٰ کرنا چاہتا ہے جس کو
فوت ہوئے پندرہ سال سے زیادہ عرصہ
گزر چکا ہے جبکہ زید اس سے انکار کرتا ہے۔
یہ عرصہ اس شخص کے عاقل بالغ ہونے کے

مرشید اور لم يدع بذلك ولا منعه
مانع شرعی و هما مقيمان
في بلدة واحدة فهل تكون
دعواه بذلك غير مسموعة للمنع
السلطاني - الجواب نعم
والقضاء يجوز تخصيصه وتقييده
بالزمان والمكان واستثناء
بعض الخصومات كما في
الخلاصة ، اشباه ، وفيها
الحق لا يسقط بتقادم الزمان
كذا في الجوهرية قال الحموي
السلطين الآن يا مرون قضايتهم
ان لا يسمعوا دعوى بعد مضي
خمس عشرة سنة سوى الوقف
والامراث ، ومقتضى ما افتى به
الخيار الرملي ان الامراث
غير مستثنى ، وقد كتب احمد
آفندي المهنداري على ثلاثة
اسئلة بانه تسمع دعوى الامراث
ولا يمنعها طول المدة وكتب
على سؤال اخر انها لا تسمع وصرح العلائي
قبيل باب التحكيم باستثناء الوقف
والامراث ونقل الملا على عن فتاوى على
آفندي مفتي الروم عدم سماعها ، ونقل
مثله السانحاني عن فتاوى عبد الله

بعد گزرا ہے اور اس نے دعویٰ نہیں کیا حالانکہ
کسی شرعی مانع نے اس کو دعویٰ سے نہیں
روکا اور وہ دونوں ایک ہی شہر میں رہائش پذیر
ہیں۔ کیا بادشاہ کی طرف سے ممانعت کی
وجہ سے اس کا یہ دعویٰ نہیں سنا جائیگا؟
جواب: ہاں، اور قضاء کو کسی خاص
زمان و مکان کے ساتھ مختص اور مقید کرنا
اور بعض تنازعات کو اس سے مستثنیٰ کر دینا
جائز ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے (اشباہ)۔
اسی میں ہے کہ زیادہ زمانہ کے گزرنے سے
حق ساقط نہیں ہوتا جیسا کہ جوہرہ میں ہے۔
امام حموی نے کہا کہ اب بادشاہ اپنے قاضیوں
کو حکم دیتے ہیں کہ وہ پندرہ سال کا عرصہ گزر
جانے کے بعد کسی دعویٰ کی سماعت نہ کریں سوائے
میراث اور وقف کے، اور خیر الدین رملی کے فتوے
کا تقاضا یہ ہے کہ میراث متثنیٰ نہیں ہے۔ احمد
آفندی مہنداری نے تین سوالوں پر لکھا کہ میراث کے
دعویٰ کی سماعت کی جائیگی اور طوالت سے اس مانع نہ ہوگی جبکہ ایک
اور سوال پر تحریر فرمایا کہ میراث کے دعویٰ کی
سماعت نہیں کی جائے گی۔ علائی نے باب
التحکیم سے تمحور اسنا پہلے وقف اور میراث
کے مستثنیٰ ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ ملا علی
نے مفتی روم علی آفندی کے فتاویٰ سے
اس کا قابل سماعت نہ ہونا نقل کیا ہے۔
اسی کی مثل سانحانی نے عبد اللہ آفندی کے

فتاویٰ سے نقل کیا ہے، ان کے کلام میں جیسا کہ
تو دیکھ رہا ہے میراث کے بارے میں اضطراب
پایا گیا ہے بظاہر کبھی تو اس کے استثنائے کے
ساتھ امر وارد ہوا اور کبھی بغیر استثنائے کے
اھ ملخصاً (ت)

ردالمحتار میں ہے کہ اس کے لئے (یعنی
تصرفات پر مطلع ہو کر چپ رہنے کی وجہ
سے دعویٰ کی مخالفت کے لئے) کوئی مدت
متعین نہیں ہے۔ رہا پندرہ سال کے گزر جانے
کے بعد دعویٰ کی سماعت نہ ہونے کا معاملہ
جبکہ بغیر عذر کے اس کو چھوڑا ہو تو وہ اس
صورت کے علاوہ میں ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ
محب جانتا ہے۔ (ت)

آفندی فقد اضطرب كلامهم
كما ترى في مسألة الامراث والظاهر
انه تارة ورد امر مع استثنائها
وتارة بدونها اھ ملخصاً۔

در رد المحتار است ليس بهذا (يعنى
منع الدعوى للسكوت مع
الاطلاع على التصرفات) مدة
محدودة واما عدم سماع الدعوى
بعد مضي خمس عشرة سنة اذا
تركت بلا عذر فذاك في غير هذه
الصورة۔ والله سبحانه وتعالى
اعلم۔